مدیر مسئول
محمد عطاء اللہ حنیف

جماعت اہلحدیث کا ترجمان اور مسلک اہلحدیث کا داعی

جلد ۳۶ شمارہ ۲۱ جمعۃ المبارک ۲۷ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ
۲۱ دسمبر ۱۹۸۴ء

مندرجات

بدل اشتراک: سالانہ ۵۰ روپے
فی پرچہ ڈیڑھ روپیہ
ممالک غیر ۲۰ پونڈ

درسِ منتخباتِ قرآن

ترتیب و تبصرہ: پروفیسر عبداللہ شاہین

حقیقتِ معجزات

اَنِّیْ قَدْ جِئْتُکُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ اَنِّیْ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَهَیْئَةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۔۔۔۔۔۔ الآیۃ (آل عمران ۴۹)

"اور (عیسیٰ) بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر ہوں گے (اور کہیں گے) کہ میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں وہ یہ کہ تمہارے سامنے مٹی کی مورت بہ شکل پرند بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ خدا کے حکم سے (سچ مچ) جانور ہو جاتا ہے اور اندھے اور کوڑھی کو تندرست کر دیتا ہوں اور خدا کے حکم سے مردے میں جان ڈال دیتا ہوں۔ اور جو کچھ تم کھا کر آتے اور جو گھروں میں جمع رکھتے ہو سب تم کو بتا دیتا ہوں"

تفسیر ابن کثیر

فرشتے حضرت مریمؑ سے کہتے ہیں کہ تیرے بیٹے حضرت عیسےٰؑ کو پروردگار عالم بنی اسرائیل کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجے گا۔ یہ بات کہنے کے لیے کہ میرا یہ معجزہ دیکھو کہ مٹی لی۔ اس کو پرندہ بنایا۔ پھر پھونک مارتے ہی وہ سچ مچ کا جیتا جاگتا پرندہ بن کر سب کے سامنے اڑنے لگا۔ یہ خدا کے حکم سے اور اس کے فرمان سے تھا۔ حضرت عیسیٰؑ کی اپنی قدرت سے نہیں تھا۔ یہ ایک معجزہ تھا جو آپ کی نبوت کا نشان تھا۔ اکثر علماء کا قول ہے کہ ہر ہر زمانے کے نبی کو اس زمانے والوں کی مناسبت سے خاص خاص معجزات باری تعالیٰ نے عطا فرمائے۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں جادو کا چرچا تھا تو خدا نے آپ کو وہ معجزہ دیا کہ تمام جادوگروں کی آنکھیں کھل گئیں اور ان پر حیرت طاری ہو گئی۔ اور انہیں یقین کامل ہو گیا کہ یہ تو خدائے واحد قہار کی طرف سے عطیہ ہے جادو ہرگز نہیں۔ چنانچہ ان کی گردنیں جھک گئیں اور یک لخت حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں طبیبوں اور حکیموں کا دور دورہ تھا۔ پس آپ کو وہ معجزات دیئے گئے جس سے وہ سب عاجز تھے۔ بھلا پیدائشی اندھے کو بینا کر دینا اور کوڑھیوں کو اس مہلک بیماری سے آرام دینا اور قبروں سے مردوں کو زندہ کر دینا یہ کسی کے بس کی بات ہے؟ صرف خدا کے حکم سے بطور معجزہ یہ باتیں آپ سے ظاہر ہوئیں۔

فائدہ

حضرت عیسیٰؑ کے مذکورہ معجزات اور اسی طرح دیگر انبیاء کرام کے طرح طرح کے معجزوں مثلاً حضرت سلیمانؑ کو جنات، ہواؤں اور پرندوں پر عطا کردہ دنیاوی بادشاہت کو دلیل بناتے ہوئے بعض حضرات (جیسے صاحب نور العرفان وغیرہ) ان کو کائنات کا مالک و متصرف اور تکوینی اختیارات کا حامل گردانتے ہیں حالانکہ معجزہ انبیاء کرام کے اپنے بس کی بات نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ جب اور جہاں چاہتا ہے ان کے ہاتھ پر مختلف معجزات ظاہر فرما دیتا ہے (اسی طرح اولیاء اللہ کے ہاتھوں کرامات کا اظہار بھی ہوتا ہے) ورنہ سرتاج کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفار و مشرکین مکہ کے مطالبات معجزات پہ تنگ دل نہ ہوتے اور فوراً مطلوبہ معجزات

(باقی صفحہ ۳۱ پر)

فون مولانا محمد عطاء اللہ حنیف (رہائش)
۵۴۳۴۷۶
۲۱ دسمبر ۱۹۸۴ء
۲۷ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

فون دفتر الاعتصام
۵۴۴۰۶
جلد — ۳۶
شمارہ — ۲۱

بحق دل بند و راہِ مصطفیٰ رو

صدرِ مملکت محترم جنرل محمد ضیاء الحق صاحب ان دنوں ریفرنڈم کی کنویسنگ کے سلسلے میں پنجاب کے مختلف اضلاع کے دورے فرما رہے ہیں اور شاید ان سطور کی اشاعت تک وہ دوسرے صوبوں کے دورے پر نکل چکے ہوں گے بلکہ شاید وہ اپنی یہ مہم مکمل بھی کر چکے ہوں گے۔ ان کی تمام تقاریر اسی ایک نقطے کی تشریح و تعبیر ہوتی ہیں جو انہوں نے ریفرنڈم کے "ایک سوال" میں پیش کیا ہوا ہے۔ یعنی کیا اسلام کے نفاذ اور پاکستان کے نظریے کے تحفظ کے لئے ان کی کوششوں کی آپ تائید کرتے ہیں۔ اور کیا آپ چاہتے ہیں کہ اس عمل کو جاری رکھا جائے؟ ان کے دوروں اور تقاریر کی جو رپورٹیں شائع ہو چکی ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ انہیں پنجاب کے ہر حصے سے تائید و حمایت حاصل ہو رہی ہے۔ ہر جگہ ان کا استقبال نہایت جوش و خروش سے کیا جاتا ہے۔ اور ایک ہردلعزیز قومی رہنما کی حیثیت سے ان کی پذیرائی کی جا رہی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سیاست دانوں اور خصوصاً مخالف کیمپ کے لوگوں کی طرف سے عوام میں جو تاثر پھیلایا جاتا تھا کہ لوگ ضیاء الحق کو پسند نہیں کرتے وہ محض ایک مخالفت برائے مخالفت ہی کی بھڑاس تھی جو نکالی جا چکی ہے۔ عوام نے اس کے جواب میں جو نعرہ ایجاد کیا ہے "مردِ مومن۔ مردِ حق۔ ضیاء الحق ــ ضیاء الحق" اس سے ان کی مقبولیت کا اندازہ کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رہ گئی۔ اس سے عوام کی اکثریت کا ان سے لگاؤ کھل کر سامنے آ گیا ہے اور لوگ چاہتے ہیں کہ محترم ضیاء الحق مزید کچھ عرصے تک قوم و ملک کی خدمت کرتے رہیں۔ اور اسلام کے نفاذ کے سلسلے میں جو کام باقی رہ گیا ہے اس کو مکمل کر کے اس ملک کو اس بنیاد پر استوار کرنے کی کوشش کریں جو اس کے قیام کے وقت رکھی گئی تھی۔ اور وہ بنیاد تھی لا الٰہ الا اللہ!! اس بنیادی کلمۂ توحید کے نعرے نے پاکستان کا قیام ممکن بنایا تھا مگر افسوس ہے کہ برسرِ اقتدار آنے والی کسی حکومت نے بھی ۱۹۷۷ء تک کبھی یہ واضح اعلان نہیں کیا تھا کہ اس ملک کو اسلامی مملکت بنایا جائے گا۔ اور یہاں قرآن و سنّت کا نظام نافذ کیا جائے گا۔ اگر کچھ طوعاً و کرہاً کہا بھی گیا تو محض یہ کہا گیا کہ یہاں کوئی قانون قرآن و سنّت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا۔ اور وہ بھی ہر دستور کے دیباچے ہی کی حد تک رہا۔ اس نے کبھی عملی صورت اختیار نہیں کی۔ جنرل ضیاء الحق وہ پہلے سربراہ ہیں جنہوں نے واشگاف الفاظ میں یہاں قرآن و سنّت کی برتری اور

اسلامی آئین کے نفاذ کا اعلان کیا اور حالات کے تقاضوں کے تحت بعض قوانین اور تعزیرات کا اجراء کیا۔ ہمیں اس بات پر افسوس ہے کہ ان قوانین پر خاطر خواہ عمل نہیں ہو سکا۔ جس کے نتیجے میں اسلام کو جس طرح کی برتری حاصل ہونی چاہیئے تھی وہ نہیں ہو سکی مگر ہم ابھی مایوس نہیں ہیں اور اُمید رکھتے ہیں کہ جنرل صاحب اپنی آیندہ اقتدار کی مدّت میں یہ کام کر گزریں گے۔ اللہ تعالےٰ انہیں اس کی توفیق ارزانی فرمائے۔

ہمیں اس وقت جو ضروری گزارش کرنی ہے وہ یہ ہے کہ جنرل صاحب کے جلسوں میں مردوں کے ساتھ خواتین بھی بڑی تعداد میں شرکت کرتی ہیں اور کھلے منہ مردوں کے دوش بدوش جلسوں اور میٹنگوں میں رونق افروز ہوتی ہیں۔ یہ طریق کار سابقہ سربراہوں کی انتخابی مہمات سے مختلف نہیں ہے۔ جب جنرل صاحب اسلام کے نام پر ووٹ طلب کرنے نکلے ہیں تو ان کو اسلام کے مبادیات کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ مگر وہ جدید ترقی یافتہ دور کے سربراہ کہلانا بھی چاہتے ہیں۔ اور اسلام کے خادم بھی اس لئے وہ بعض بلکہ شاید تمام تقاریر میں یہ کہہ چکے ہیں کہ میں خواتین کو وہ تمام حقوق دوں گا جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دیئے تھے۔ اس طرح گویا وہ نادانستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی (خدانخواستہ) یہ باور کروا رہے ہیں کہ وہ بھی خواتین کو اپنی میٹنگوں اور جلسوں میں مردوں کے ساتھ شریک ہونے کی اجازت دیتے تھے — ؟ اور ان کی بے حجابی پر نکیر نہیں کرتے تھے؟ ہم ان کی خدمت میں بصد ادب یہ گزارش کرتے ہیں کہ آپ کے دل میں خواتین کے سلسلے میں جو نرم گوشہ ہے وہ قرآن وسنت کے مطابق نہیں ہے۔ خواتین کو اگر شریک مشاورت کرنا ہے تو ان سے پردے کے پیچھے ہی سے مسئلہ دریافت کرنا چاہیئے جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی سیرت سے واضح ہے — خواتین کے حقوق اسلام نے دیگر تمام مذاہب سے زیادہ رکھے ہیں۔ مگر ان کو کبھی اس طرح بے حجاب نہیں کیا گیا جس طرح آج کیا جا رہا ہے اور وہ خود بھی اس سلسلہ میں بے تابی کا اظہار کر رہی ہیں — عورتوں کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے کسی تقریر میں جنرل صاحب جوش میں یہ بھی کہہ گئے ہیں کہ میں اتنا کٹر تو نہیں اور نہ میں "مُلّا" ہوں — جذبات کی رو میں اس قسم کے خیالات کا اظہار لا الٰہ الا اللہ کے تقاضوں کے مطابق نہیں ہے — جدید تعلیم یافتہ لوگ علمائے اسلام کو "ملّا" ہی کہتے ہیں اور وہ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ مُلّا نے اپنا ذاتی مذہب بنا رکھا ہے جو اُس اسلام سے مختلف ہے جو ہادیٔ مکرم علیہ السلام نے جاری کیا تھا۔

یہ ایک طویل بحث ہے جس کی یہاں نہ گنجائش ہے نہ ضرورت بس اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ "مُلّا" آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ہی سُناتا ہے۔ اور اسلام میں عیسائیوں اور یہودیوں کی طرح تقاضائے وقت کے مطابق ترمیم کا روادار نہیں۔ اگر آپ کو یہاں اسلام نافذ کرنا ہے تو "مُلّا" ہی کے ساتھ تعاون کر کے اور باہمی افہام وتفہیم کے ساتھ ایسا ممکن ہو گا۔ افرنگ زدہ اسلام اسلام نہیں کچھ اور ہی ہو گا۔ جو نہ خداوند تعالےٰ کو منظور ہو گا اور نہ اس کے رسولؐ کی اتباع کا آئینہ دار ہو گا۔ عورتوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے "ملّا" کی پھبتی کسنے والے ذی اقتدار لوگ اپنا خمیازہ بھگت کر جا چکے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارا یہ "مردِ مومن — مردِ حق" اس بات کا خیال رکھے گا ع

بحق دل بند و راہِ مصطفیٰ رو

تبلیغی لٹریچر درکار ہے

راقم الحروف اپنے گرد و نواح میں قرآن وحدیث کی اشاعت کے لئے کوشاں ہے۔ لہٰذا قرآن و حدیث کی روشنی میں مختصر اور جامع کتب ورسائل کی ضرورت ہے۔ مخیر حضرات اور اداروں سے اپیل ہے کہ اپنی اس قسم کی مفت تقسیم والی کتابیں اور رسائل بھیج کر اجر عظیم حاصل کریں۔
(حکیم محمد حق نواز ناظم مکتبہ دعوۃ الاسلامیہ بمقام وڈاکخانہ وزیانکے والا۔ سرگودھا)

مولانا عبدالخالق قدوسی - لاہور

شاہ اسمٰعیل شہیدؒ مقلّد تھے یا عامل بالحدیث؟

ایک دیوبندی قلمکار کے جواب میں

کچھ عرصہ سے بریلوی مکتبِ فکر کے علماء نے بیک وقت کئی محاذوں پر کام شروع کر کے اپنا وجود منوانے کی کوشش شروع کر رکھی ہے۔ جس کے نتیجے میں ان میں لکھنے پڑھنے کا ذوق بڑھا ہے اور سیاست میں عملی طور پر شریک ہو کر لامساس کے دائرے سے باہر آ گئے۔ اور دوسرے لوگوں سے میل جول کی صورت پیدا ہوئی کہ اب پرانی نفرتیں کافور ہوں گی محبت نہیں تو کم از کم کھلے دل سے ایک دوسرے سے ملنے کی وجہ سے اختلاف کم ہو گا لیکن فرقہ پرست عناصر نے اپنے مفاد کے تحفظ کی خاطر اس موقعے پر بڑی کوشش سے اس بیداری کی لہر کا رخ غلط طرف پھیر دیا جس میں نفرت میں اضافہ ہوا اختلاف ہوا۔ اختلاف کی خلیج مزید وسیع ہوئی۔ اس گروہ نے مختلف انداز میں اپنی قوت کا مظاہرہ کیا۔ دیوبندی مکتبِ فکر کی بہت سی مساجد پر بزورِ بازو قبضہ کر لیا۔ اور بعض مساجد سے انہیں بے دخل کیا۔ اور آخر میں یا رسول اللہ کانفرنس کے نام پر شاہی مسجد میں جو تکلیف دہ صورت پیدا ہوئی وہ مذہبی منافرت کا بدترین مظاہرہ تھا۔ اس حادثے میں دیوبندی حضرات کو کافی خفت اٹھانا پڑی جس کا بڑا سبب قیادت کا فقدان تھا۔ دیوبندی حضرات نے جب اپنی قوت کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کی تو اس موقع پر کوئی تیسرے درجے کا بھی قائد اس میں شریک نہ ہوا۔ مجبوراً فکر دیوبند کے حامل نوجوانوں کو چوتھے درجے کی قیادت پر انحصار کرنا پڑا۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن اور علامہ شبیر احمد عثمانی کی روحانی اولاد کے لئے قیادت کا یہ بحران المیے سے کم نہیں۔ بریلویت کی اس جارحانہ پالیسی کے بعد چاہیئے تو یہ تھا کہ اہلِ توحید مل بیٹھتے۔ آپس میں صلاح مشورہ کرتے اور اس

صورتِ حال سے عہدہ برآ ہونے کے لئے کوئی متفقہ لائحہ عمل تیار کیا جاتا۔ دیوبندی حضرات بارہا اپنی تحریروں اور تقریروں میں کہہ چکے ہیں کہ ہمارا اور جماعت اہل حدیث کا اختلاف فروعی ہے لیکن اس میں تو شک نہیں کہ بریلوی دیوبندی نزاع اعتقادی اور اصولی ہے لیکن ہوا یہ کہ اربابِ دیوبند نے بریلوی حضرات سے پسپائی کے بعد اہل توحید میں باہمی اتفاق و اتحاد کے بجائے سارا غصہ جماعت اہلحدیث پر نکالنا شروع کر دیا۔ حالانکہ ہم نے ان کی مسجد چھینی ہے نہ ہم اس لاٹھی بردار جلوس میں شریک تھے جس نے شاہی مسجد کے سامنے ان سے زیادتی کی، پھر ہم پر غصہ کس بات کا؟ دیوبندی دوستوں کو ہمارا مخلصانہ مشورہ ہے کہ "پدرم سلطان بود" کا نعرہ چھوڑیں، اور حالات کی سنگینی کا احساس کریں۔ اب شیعہ سُنّی بھائی بھائی کا نعرہ باشارہ بیرونی مستقل صورت اختیار کر چکا ہے۔ معرکہ حق و باطل میں لا الیٰ ھٰؤلاء و لا الیٰ ھٰؤلاء کی پالیسی نہیں چل سکتی۔ اس سال اگر یا رسول اللہ کانفرنس حزب الاحناف میں ہوئی ہے تو آئندہ کربلا گامے شاہ میں ہو گی تو آپ ان حقیقی خطرات سے آنکھیں بند کئے ابھی تک آمین اور رفع یدین کے چکر سے نکلنے کو تیار نہیں۔ اس کی تازہ مثال اربابِ دیوبند کے اس بحرانی دَور کی قیادت کے ایک فرد جناب سعید الرحمٰن علوی صاحب کا وہ مقدمہ ہے جو انہوں نے ہندوستان کے ایک دیوبندی بزرگ کی کتاب شاہ اسماعیل شہیدؒ اور ان کے ناقد کے شروع میں لکھا ہے۔ یہ کتاب دلّی کے ایک بریلوی سجادہ نشین کی کسی کتاب کا جواب ہے جس میں اس نے شاہ صاحب کی کتاب تقویۃ الایمان اور ان کی ذات پر سوقیانہ انداز میں

حملے کئے تھے۔ یہ جواب زیادہ تحقیقی تو نہیں لیکن الزامی انداز میں بڑا معقول اور مفید ہے۔ اس کے مؤلف مولانا اخلاق حسین قاسمی بھی معتدل مزاج معلوم ہوتے ہیں جو اہل حدیث سے نفرت کا اظہار نہیں کرتے جس کی وجہ غالباً ان کا خاندانی ماحول ہے۔ چنانچہ وہ اپنے دادا کے متعلق لکھتے ہیں جو اہل حدیث تھے، فرماتے ہیں:۔

"میرے بڑے دادا محمد ابراہیم خاں صاحب تحصیل داری کی سروس سے ریٹائر ہو کر مولانا نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حلقۂ درس حدیث میں جانے لگے تھے۔ دادا صاحب جب آمین بالجہر اور رفع یدین کرتے تو حنفی صاحبان ان کے پیچھے پڑ جاتے۔ چنانچہ وہ بخاری شریف اپنے پاس رکھا کرتے تھے اور جب کوئی حنفی ان سے اُلجھا کرتا تو وہ کتاب کھول کر اسے مطمئن کر دیتے۔" (شاہ اسمٰعیل شہید اور ان کے ناقد ص۱۲۱)

اسی طرح مولانا نے رفع یدین کے متعلق لکھا ہے۔

"تمام اماموں کے نزدیک رفع یدین سنت ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ افضل اور راجح سنت کونسی ہے۔ ایک امام رفعیدین کو راجح کہتا ہے اور دوسرا عدم رفع یدین کو راجح قرار دیتا ہے اور تمام اماموں کے نزدیک رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی کسی سنت کو حقارت سے دیکھنا شدید ترین گناہ ہے۔ کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ رفع یدین یا آمین بالجہر کی سنت کو حقارت سے دیکھے۔" (ص۱۲۲)

غالباً مولانا موصوف کا یہ انداز اور نیز تقلید کے مسئلے میں ان کا تقلید شخصی میں غلو کو ہدفِ تنقید بنانا۔ ہمارے پاکستانی دیوبندی دوستوں کو گوارا نہ ہوا جو گھوڑوں کی دمیں ہلانے سے تشبیہ دے کر رفع یدین کی سُنّت کی توہین کے مرتکب ہوتے ہیں اور رفع یدین کے راجح اور مرجوح یا افضل اور غیر افضل کی بجائے اس کے نسخ کے قائل ہیں۔ اور مسئلہ تقلید میں انتہائی غالی واقع ہوئے ہیں۔ اس مسئلے میں اتنے تشدد پسند ہیں کہ وہ اہل حدیث کی نسبت اپنے آپ کو بریلویت سے زیادہ قریب سمجھتے ہیں۔ اگرچہ جناب علوی صاحب نے ایسے مقامات پر حاشیہ آرائی کر کے ان کے اثر کو زائل کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ معلوم ہوتا ہے مطمئن نہیں۔ اور کتاب کے مقدمہ میں جماعت اہل حدیث کے متعلق نہ معلوم کب کا جمع شدہ غصہ اگل دیا ہے بلکہ اس تعصب میں وہ وہ کچھ کہہ گئے ہیں کہ یقین نہیں آتا کہ آپ جیسا وضعدار اور پڑھا لکھا آدمی ایسی باتیں بھی لکھ سکتا ہے بلکہ میں نے بعض دوستوں سے باقاعدہ پوچھا کہ جناب علوی صاحب صرف صحافی ہیں یا آپ نے دینی تعلیم بھی حاصل کی ہے۔ پتہ چلا کہ آپ باقاعدہ خیر المدارس کے سند یافتہ ہیں۔ اس سے مجھے اور بھی تعجب ہوا۔ جناب علوی صاحب سے میری دیرینہ ملاقات ہے لیکن سچ پوچھیے تو ان کے اس رُخ کا ابھی تک علم نہ تھا۔ اس لئے دل پہ جبر کر کے لکھ رہا ہوں اور دوستانہ شکوہ کے ساتھ ؎

دل پھر طوافِ کوئے ملامت کو جائے ہے
پندار کا صنم کدہ ویراں کئے ہوئے

علوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"شاہ صاحب کے ضمن میں ہمارے بعض دوست بڑے شدومد سے یہ بات بھی کہتے ہیں کہ مروجہ مسلک اہل حدیث کے وہ علم بردار تھے۔ اول تو یہ بات کہ کوئی خاص گروہ اپنے آپ کو اہل حدیث کہلائے ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔" (شاہ اسمٰعیل شہید اور ان کے ناقد" ص۹)

اگر یہ بات آپ کی سمجھ سے بالاتر ہے تو اس میں اہل حدیث کا کیا قصور ہے۔ آپ فقہ کی کتابوں کا ایک بار مطالعہ کریں۔ جہاں آپ احناف و شوافع یا مالکیہ اور حنابلہ کی فقہی آرا کا ذکر دیکھیے گا۔ وہاں ممکن ہے آپ کو فقہاء کے ایک خاص گروہ کا بھی پتہ چل جائے جن کا نام فقہاء اہل حدیث ہے۔ آپ کو اگر اتنی فرصت نہیں تو میں آپ کو ایک دو مقامات کی نشاندہی کر دیتا ہوں۔ فقہ حنفی کی سب سے زیادہ معتبر کتاب المبسوط سرخسی جس میں ظاہر الروایۃ کا پورا ذخیرہ موجود ہے۔ اس میں امام سرخسی فرماتے ہیں۔

فان المضمضۃ والاستنشاق فرضان فی الجنابۃ سنتان فی الوضوء وقال الشافعی سنتان فیہما

وقال اہل الحدیث فرضان فیہما ومنہم من اوجب الاستنشاق دون المضمضة واستدلوا بمواظبة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیہما فی الوضوء.

غسلِ جنابت میں کلی اور ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے۔ البتہ وضو میں دونوں سنّت ہیں۔ امام شافعیؒ جنابت اور وضوء دونوں میں سنّت کہتے ہیں اور اہل حدیث دونوں میں فرض کے قائل ہیں لیکن اہل حدیث میں سے بعض استنشاق کے وجوب کے قائل ہیں کلی کے نہیں۔ ان کا استدلال حضور پاک کا وضوء میں دونوں پر مواظبت سے ہے۔" (ج ۱ ص۶۲)

اس مقام پر فقہاء احناف اور امام شافعیؒ کے مقابلے میں فقہاء اہل حدیث کا الگ مسلک بیان کیا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ اہل حدیث باقاعدہ احناف اور شافعیہ کی طرح ایک فقہی مکتبِ فکر ہے یہ الگ بات ہے کہ اس نے کبھی تقلیدی مذہب کی حیثیت اختیار نہیں کی۔

اسی مبسوط سرخسی میں ایک اور مقام ملاحظہ فرمایئے۔

اذا کان المعطی متبرعا والآخذ مقترضًا کان کان عاجزاً عن الکسب محتاجاً الی ما یسد به رمقه فعند اهل الفقه رحمهم اللہ المعطی افضل ایضا وقال اهل الحدیث منهم احمد بن حنبل واسحاق بن راهویه رحمهم اللہ الآخذ افضل۔

"اگر کوئی تبرعاً دے اور لینے والا مقروض ہے جو مزدوری سے بھی عاجز ہے جس سے وہ اپنے جسم وجان کا رشتہ قائم رکھ سکے، تو اس صورت میں اہلِ فقہ کے نزدیک دینے والا بھی افضل ہے اور اہلحدیث جن میں احمد بن حنبل رہ اور اسحاق بن راہویہ بھی ہیں اس بات کے قائل ہیں کہ لینے والا افضل ہے۔" (ج ۳۰ ص۲۷۲)

لیجئے یہاں امام سرخسیؒ نے خود ہی فقہاء کے دو طبقے بنا دیئے ہیں۔ مجتہدین اہلِ فقہ اور مجتہدین اہل حدیث اور اہلِ فقہ کے مترادف دوسرا اہل رائے کا ہے۔ یہ اجتہاد کے دو طریقے ہیں۔ دونوں میں کسی کو بھی علماء نے مذموم نہیں کہا۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے حجۃ اللہ میں کئی صفحات میں مجتہدین کے ان دونوں گروہوں کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے بلکہ اس طویل باب کا عنوان ہی یہ ہے۔ (باب الفرق بین اهل الحدیث واصحاب الرأی) حجۃ اللہ ج ۱، ص۱۴۹۔ شاہ صاحب اس باب کے آخر میں فرماتے ہیں:

المراد من اهل الرأی قوم توجهوا بعد المسائل المجمع علیها بین المسلمین او بین جمهورهم الی التخریج علیٰ اصل رجل من المتقدمین فکان اکثر امرهم حمل النظیر علی النظیر والرد الی اصل من الاصول دون تتبع الاحادیث والآثار (حجة اللہ البالغة۔ ج ۱، ص ۱۶۱)

شاہ صاحب نے اس باب میں اہل حدیث اور اہل رائے دونوں کا بڑے اچھے انداز میں ذکر کیا ہے۔ کسی کی حق تلفی نہیں کی۔ انہوں نے یہ فرق واضح کرتے ہوئے بڑی وضاحت سے کام لیا ہے۔ ان کے نزدیک یہ تفریق طرزِ استدلال کی تفریق ہے۔ دونوں فریق مجتہد تھے۔ ایک گروہ کے اجتہاد کی بنیاد احادیث وآثار تھے وہ اہلحدیث کہلائے اور جن لوگوں کے اجتہاد کی بنیاد آراء الرجال تھی وہ اہل الرائے کہلائے۔ اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے [1]

---

[1] یہ تفریق مؤرخین اور دیگر اہل علم وخبر بھی بیان کرتے آئے ہیں چنانچہ امام شہرستانی "الملل والنحل" میں لکھتے ہیں ثم المجتهدون ائمة الامة محصورون فی صنفین لا یعدوان الی ثالث، اصحاب الحدیث وهم اهل الحجاز وانما سموا اصحاب الحدیث لان عنایتهم بتحصیل الاحادیث ونقل الاخبار وبناء الاحکام علی النصوص ولا یرجعون الی القیاس الجلی والخفی ما وجدوا خبراً و اثراً ... اصحاب الرأی وهم اهل العراق، هم اصحاب ابی حنیفة النعمان بن ثابت وانما سموا اصحاب الرأی لان اکثر (باقی صفحہ پر)

علوی صاحب کا فرمانا کہ "پھر اہل حدیث اور اہل رائے کی تقسیم کون سی علمی خدمت ہے۔"

بڑے تعجب کی بات ہے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات سمجھانے کے لئے چودہ پندرہ صفحے صرف کر دیئے لیکن آپ فرما رہے ہیں یہ کون سی علمی خدمت ہے۔ میرے بھائی شاہ صاحب کی یہ بحث پڑھیں تو سہی، ممکن ہے کوئی علم کی بات آپ کی سمجھ میں آجائے لیکن مجھے خطرہ ہے کہ آپ شاہ صاحب کی بات سمجھ نہیں سکیں گے۔ کیونکہ شاہ صاحب علماء احناف کے علمی ذوق کے متعلق کوئی اچھی رائے نہیں رکھتے وہ خود فرماتے ہیں۔

لیکن فہم ایں معنیٰ بغایت دقیق است جمعے کہ سرمایۂ علم الشان شرح وقایہ و ہدایہ باشد کجا ادراک ایں سر دقیق توانند کرد (ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۸۴)

"لیکن اس بات کا سمجھنا کافی مشکل ہے جن لوگوں کا سرمایۂ علم ہی شرح وقایہ اور ہدایہ ہے وہ اس دقیق راز کا ادراک کیسے کر سکتے ہیں؟"

ذہن میں رہے کہ شاہ صاحب نے یہاں کوئی کلامی یا فلسفی مسائل کا ذکر نہیں کیا یہاں بھی بحث استنباط و تخریج کی ہے۔

شاہ اسمٰعیل شہید کا مسلک؟

رہی شاہ شہیدؒ کے مسلک کی بات تو اس سلسلے میں معلوم ہوتا ہے۔ جناب علوی صاحب نے کچھ پڑھا ہی نہیں۔ شاہ شہیدؒ کا مسلک کیا تھا۔ اس سلسلے میں مولانا عبید اللہ سندھی کو پڑھ لیں وہ فکر ولی اللّٰہی کے خاص ترجمان سمجھے جاتے ہیں۔ میرا اندازہ ہے طبیعت صاف ہو جائے گی۔ ایک بدیہی بات سے انکار کرتے ہوئے کچھ تو خیال رکھنا چاہیئے۔

رہی یہ بات کہ شاہ شہیدؒ نے آخر میں رفع یدین چھوڑ دیا تھا۔ یہ بڑا پرانا دعوےٰ ہے لیکن اس پر آج تک کوئی دلیل پیش نہیں کی گئی۔ ہم کچھ دیر کے لئے اگر تسلیم بھی کر لیں کہ آپ نے وہاں کے حالات کے مدِنظر رفع یدین چھوڑ دیا تھا تو اس سے ان کی حنفیت کیسے ثابت ہوئی مسلک اہل حدیث آمین رفع یدین کا نام نہیں یہ کام تمام شافعی اور حنبلی بھی

حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ عنایتھم بتحصیل وجہ القیاس والمعنی المستنبط من الاحکام و بناء الحوادث علیھا و ربما یقدمون القیاس الجلی علی احاد الاخبار (الملل والنحل ج ۱۔ ص ۲۰۶-۲۰۷، طبع مصر)

"ائمہ مجتہدین کی دو ہی قسمیں ہیں۔ اصحاب الحدیث و اصحاب الرائے۔ اصحاب الحدیث و اہل حدیث، کا مسکن حجاز ہے انہیں اہل حدیث اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کی تمام تر توجہ احادیث و اخبار پر ہے۔ اور یہ احکام کی بنیاد انہی نصوص پر رکھتے ہیں۔ اور حدیث اور اثر کی موجودگی میں قیاس جلی و خفی کو اہمیت نہیں دیتے۔ اصحاب الرائے، وہ اہل عراق ہیں۔ امام ابو حنیفہ رح اور ان کے اصحاب۔ انہیں اصحاب الرأی اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کی زیادہ تر توجہ قیاس اور احکام سے مستنبط معانی کی طرف ہوتی ہے اور انہی چیزوں پر یہ احکام حوادث کی بنیاد رکھتے ہیں۔ اور بسا اوقات خبرِ واحد (حدیث) پر بھی قیاسِ جلی کو مقدم رکھتے ہیں۔

فلسفۂ تاریخ کے امام ابن خلدون اہل عراق میں احادیث کی کمی اور کثرتِ قیاس کو "اہل الرائے" کہلانے کی وجہ قرار دیتے ہیں۔

وانقسم الفقہ فیھم الی طریقتین طریقۃ اھل الرأی والقیاس وھم اھل العراق وطریقۃ اھل الحدیث وھم اھل الحجاز وکان الحدیث قلیلا فی اھل العراق لما قدمناہ فاستکثروا من القیاس ومھروا فیہ فلذلک قیل اھل الرأی ومقدم جماعتھم الذی استقر المذھب فیہ و فی اصحابہ ابو حنیفۃ (مقدمہ ابن خلدون، فصل فی علم الفقہ وما یتبعہ من الفرائض ص ۴۴۶ - طبع بیروت) "فقہ کی دو قسمیں ہو گئیں۔ فقہ اہل الرائے والقیاس، جن کا مرکز عراق ہے اور فقہ اہل الحدیث جن کا مرکز حجاز ہے۔ اہل عراق میں حدیث کا چرچا کم تھا جس کے وجوہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ پس انہوں نے بکثرت قیاس سے کام لیا اور اس میں طاق ہو گئے اسی لئے ان کا نام بھی اہل الرائے پڑ گیا۔ ان کے امام حضرت امام ابو حنیفہ رح ہیں"۔ (ص۔ ی)

کرتے ہیں۔ اور وہ متعلّد بھی ہیں۔ یہ امتیازی مسائل نہیں کہ انہی پر مذہب اہل حدیث کی بنیاد ہے۔

یہ بات یقینی ہے کہ شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے حنفیت کو ترک کر کے اہل حدیث کا مسلک اختیار کر لیا تھا اور اسی پر آپ قائم رہے۔ میرے پاس مولانا میر محبوب علی مرحوم کا ایک رسالہ ہے۔ یہ بزرگ تعارف کے محتاج نہیں۔ ان کا ذکر علوی صاحب نے بھی کیا ہے۔ مولانا اخلاق حسین نے اپنی کتاب میں بحیثیت محشی تقویۃ الایمان کے ان کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

"سید محبوب علی صاحب مولانا شہید رحمہ اللہ تعالٰی کے ہم سبق تھے۔ خود عالم تھے۔ ص۲۷"

مولانا محبوب علی اپنا مسلک ان الفاظ میں رسالہ کے مقدمہ میں ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"پس غلو تقلید اماموں کی کا اور غلو تقلید محدثوں کا ہم سے دور کیا۔ اور حسبنا کتاب اللہ کا مفہوم ہم کو سمجھا دیا پس جو لوگ کہ تقلید مولوی اسماعیل محدث کی قبول کر کے مذہب حنفی کو چھوڑتے ہیں۔ ان کو اور جو لوگ مولوی اسماعیل کو مبتدع کہتے ہیں ان کو چھوڑ کر مذہب حنفی پر ہم مضبوط رہے۔"

اس عبارت میں مولانا محبوب علی صاحب کھل کر کہہ رہے ہیں۔ کچھ لوگوں نے شاہ اسمٰعیل شہید کی پیروی کرتے ہوئے مذہب حنفی کو چھوڑ دیا لیکن ہم مضبوط رہے۔ یہ رسالہ میرے پاس موجود ہے۔ جناب علوی صاحب جب چاہیں دیکھ سکتے ہیں۔

کتاب "تنبیہ الضالین" کی حقیقت

اب ذرا تنبیہ الضالین کے متعلق بھی سن لیں یہ کیا چیز ہے۔ جس کی بعض عبارتوں سے علوی صاحب نے شاہ اسمٰعیل شہید کو حنفی باور کرانا چاہا ہے۔ اور اہل حدیث کو لامذہب وغیرہ۔ نیز جس کے متعلق علوی صاحب فرماتے ہیں

"ہمارے سامنے اس وقت نہایت اہم دستاویز ہے جس کا نام "تنبیہ الضالین و ہدایت الصالحین" ہے۔ ۱۲۰ صفحات کی یہ دستاویز مطبع سید الاخبار دہلی میں ۱۲۶۳ھ ہجری میں طبع ہوئی۔ ص۱"

جناب علوی صاحب کے لئے یہ بڑی اہم دستاویز ہوگی ہمارے پاس اس طرح کی بیسیوں دستاویزیں موجود ہیں چونکہ آپ کا ذوق علمی مسائل میں بڑا کمزور سطحی اور غیر تحقیقی ہے۔ انہوں نے ایک قدیم کتاب دیکھی اور بہت بڑا انکشاف سمجھ کر اس کی ہفوات کو بعینہ نقل کر کے اپنے قلم کو بھی آلودہ کیا اور بعض بدنصیبوں نے جو اہل حق اور مجاہدین بالاکوٹ اور سید صاحب کی تحریک کو جاری رکھنے والوں کے خلاف جو اپنے خبث باطن کا اظہار کیا تھا غیر شعوری طور پر ان میں اپنے آپ کو بھی شامل کر لیا اور بلا تحقیق وہ کچھ نقل کر دیا جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

وسوف تری اذا انکشف الغبار
افرس تحت رجلک ام حمار

اس اہم دستاویز کی اہمیت کا اسی سے ہی اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس کا مؤلف یا مصنف کون ہے؟ کتاب میں اس کا ذکر نہیں جس کتاب کا مؤلف مجہول الاسم والرسم ہو اس کی اہمیت ظاہر ہے۔ تحقیق کے میدان میں ایسی کتاب کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہ جاتی تاہم اس کتاب کے مندرجات سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب کلکتہ میں زیر سرپرستی گورنمنٹ مرتب کی گئی جس کا مقصد مولانا ولایت علی اور مولانا عنایت علی رحمہما اللہ تعالٰی کی ان کوششوں کو ناکام کرنا تھا جو وہ جہاد کے لئے بنگال کے علاقہ میں کر رہے تھے لہٰذا انہوں نے اسی کے لئے مسلمانوں کے آپس کے اختلاف کا سہارا لیا جس کا انہیں علم تھا۔ درج ذیل حوالہ قابل غور ہے۔

"سپرنٹنڈنٹ پولیس نے بہار کے ایک مراسلہ مورخہ ۱۳ اپریل ۱۸۴۳ء میں کرامت علی اور عنایت علی کے درمیان احکام عبادات کے فرق سے دونوں کے متبعین کے فرق کی نشاندہی بھی کی ہے اور بتایا ہے کہ کرامت علی کے متبعین عنایت علی کے ہم خیال نہیں جس کا اثر میرے زیر ملاحظہ اضلاع میں زیادہ قوی ہے (ص۱۳۹ حاشیہ ہندوستان میں وہابی تحریک)

یہ رپورٹ کمپنی کی حکومت کو ارسال کی گئی جس کا دارالحکومت اس وقت کلکتہ تھا۔ گورنمنٹ کے ایماسے وہاں اس دور میں جو اہل حدیث کے خلاف لٹریچر تیار کیا گیا اس میں زیادہ حصہ گورنمنٹ کے زیر سرپرستی چلنے والے مدرسہ عالیہ کے مدرسین کا تھا۔ چنانچہ سنہ ۱۲۵۸ھ میں اس مدرسہ کے صدر مدرس مولوی محمد وجیہ نے "نظام الاسلام" نامی رسالہ شائع کیا جس پر باقی مدرسین نے بھی دستخط کئے۔ ممکن ہے یہ کتاب بھی اسی بزرگ نے مرتب کی ہو اور مصلحۃً اپنا نام ظاہر نہ کیا ہو۔ بہرحال تنبیہ الضالین کا مؤلف تقلید کی آڑ میں جو لینا چاہتا ہے اس کی نشاندہی اس کی مندرجہ ذیل عبارتوں سے ہوتی ہے۔

(۱) سربانی مبانی اس طریقۂ احداث کا عبدالحق ہے جو چند روز بنارس میں رہتا ہے اور حضرت امیرالمومنین نے ایسی ہی حرکات ناشائستہ کے باعث اپنی جماعت سے اس کو نکال دیا اور علماء حرمین معظمین نے اس کے قتل کا فتویٰ لکھا مگر کسی طرح بھاگ کر وہاں سے بچ نکلا پھر اسی کے شاگرد خاص اور پیرو با اخلاص دوسرے شہروں میں مثل عظیم آباد و کلکتہ وغیرہ کے گئے (ص۳)

(۲) اور صالحین سے برابری کا دعویٰ کرتے ہیں اور کیوں نہ کریں کہ بعض ان میں سے جاہلوں کے سردار بنے، اچھا کھاتے ہیں اور اچھا پہنتے ہیں۔ دس بیس آدمیوں کو اپنے آگے دوڑاتے ہیں اور ان سے ہر طرح کی خدمت لیتے ہیں۔ ص۱۱

(۳) ایسے لوگوں کو ذلیل کرنے اور نکال دینے میں مطابق حکم خدا اور رسول کے بڑا ثواب ہے کیونکہ بڑے فسادی ہیں اور مکار ہیں جس طرح سے یہ لوگ دنیا کماتے ہیں اس کا بیان کہاں تک کیجئے کبھی اس نام سے کہ مجاہدین کے لشکر میں خرچ ضرور ہے لوگوں سے روپیہ لئے۔ کبھی جہاد میں جاویں گے اور غازیوں کو اسباب بنا دیں گے مشہور کر کے اسباب، روپیہ تحصیل کئے اور روپیوں کو جمع کرنے کو ایک بیت المال مقرر کیا پھر نام کے واسطے کچھ بھیج کر سب آپ چلے گئے۔ غرض حضرت سید صاحب کے نام سے اس زمانے میں بہتوں کا بن آیا، خوب روپے کمائے دولت مند ہو گئے۔ اور اب کی قصور نہیں کرتے۔ طرح طرح سے روپیہ بٹورتے ہیں اور دوزخ کے کندے بنتے ہیں۔" ص۱۲

ان تینوں عبارتوں کو ذرا غور سے پڑھیں، پہلی عبارت میں مصنف نے عوام کو دھوکہ دینے کے لئے کلکتہ اور عظیم آباد کے علماء اہل حدیث کو شیخ عبدالحق بنارسی کا شاگرد اور پیرو قرار دیا ہے۔ حالانکہ اس وقت عظیم آباد میں مولانا ولایت علی، مولانا عنایت علی اور مولانا محمد حسین شاہ شہید کے شاگرد اور سید صاحب کے خلفاء تھے۔ کلکتہ میں اس وقت اہل حدیث کے سربراہ مولانا بادیع الزمان تھے جو مولانا ولایت علی کے خلیفہ تھے۔ اس عبارت میں بانی مبانی شیخ عبدالحق کو لکھا ہے لیکن اس دور میں سرکاری مطبع میں چھپنے والے ایک اخبار گیتی نما کلکتہ جمادی الاولیٰ ۱۲۶۱ھ میں ایک مضمون اہل حدیث کے خلاف چھپا تھا جس میں لکھا ہے۔

"اصل اس فساد کے بانی مولوی فضل الحق بنارسی جواب دیر یہ مذہب کا بن گیا ہے اور محمد حسین صادق پوری اور مولوی ولایت علی عظیم آبادی اور انہوں کے رفیق اور خلفاء ہیں (تحفہ محمدیہ ص۱۶)

فضل الحق اخبار کی غلطی معلوم ہوتی ہے مراد شیخ عبدالحق بنارسی ہیں۔ یہ کتاب ۱۲۶۴ھ کی طبع شدہ ہے۔

تنبیہ الضالین کی دوسری عبارت سے اشارہ مولانا عنایت علی کی ان کاروائیوں کی طرف ہے جو انہوں نے انگریزی عدالتوں میں جانے کی بجائے مسلمانوں کو اپنے فیصلے آپ کرنے کے لئے ایک بڑا عمدہ نظام قائم کیا تھا جس کے لئے انہوں نے ہر علاقہ میں ایک امیر مقرر کر دیا تھا اور لوگ انگریزی عدالتوں کی بجائے ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اس پورے نظام کی تفصیلات کے لئے دیکھئے ڈاکٹر قیام الدین کی کتاب "ہندوستان میں وہابی تحریک" ص۱۳۹

تیسری عبارت میں مجاہدین کے لئے حصول زر اور بیت المال کا قیام اور جہاد کے لئے سرحد پر روپیہ بھیجنے کی وضاحت موجود ہے اگرچہ مؤلف نے اپنے آقا کو خوش کرنے کے لئے بڑی بدزبانی سے کام لیا ہے۔ اور ان لوگوں کو بددیانت ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کی۔ جس کی جرأت کسی انگریز مصنف نے اپنے قلم سے نہیں کی۔

اس آبرو باختہ مؤلف نے چند فتووں کے پردہ میں جو کچھ کہنا چاہا ہے افسوس کہ ہمارے جناب علوی صاحب نے اس پر غور نہ کیا۔ ورنہ وہ اس تلبیسانہ کتاب کو بہت اہم دستاویز کے بجائے بڑی گھٹیا کتاب سمجھ کر اسے نظرانداز کر دیتے۔

جناب علوی صاحب نے اس تیسری عبارت سے ایک آخری جملہ "غرض حضرت سید صاحب الخ" نقل کیا ہے اگر انہوں نے یہ اقتباس کتاب سے خود نقل کیا ہے تو میرے خیال میں انہوں نے اپنی عاقبت کے لئے کوئی اچھی چیز روانہ نہیں کی۔ خاص کر مندرجہ ذیل جملہ سے تو مجھے شک پڑتا ہے کہ ان کی اپنی نیت بھی صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ لکھتے ہیں۔

" مولوی عبدالحق بنارسی صاحب جو حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ تعالٰے سے تعلق رکھنے کے مدعی تھے لیکن ائمہ اربعہ کے متعلق ان کی آزاد روش اور اس قسم کے معاملات کے سبب سید صاحب نے انہیں جماعت سے الگ کر دیا۔ ان کے شاگرد کلکتہ اور عظیم آباد وغیرہ گئے ص۱۱۔

کلکتہ اور عظیم آباد میں کون لوگ تھے۔ ان کے متعلق میں اشارہ کر چکا ہوں۔ سنگ دل کی بھی کوئی انتہا چاہیئے۔ علماء صادق پور عظیم آباد نے ملت کے لئے جو قربانیاں پیش کیں۔ تاریخ مجاہدین تو ایک طرف تاریخ عالم میں بھی ان کی مثال ملنی مشکل ہے۔ یہ ایک عظیم اور خوشحال گھرانہ تھا جس نے اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیا۔ مشہد بالاکوٹ میں جو المناک واقعہ ہوا۔ اس کا انتقام مولانا عنایت علی عظیم آبادی نے لیا جنہوں نے صرف پندرہ سال بعد مجاہدین کے ساتھ بالاکوٹ پر حملہ کیا اور سکھوں کو مار بھگایا اور انہیں ذلت آمیز شکست دے کر سید صاحب کی شہادت کا بدلہ لیا اور مولانا ولایت علی عظیم آبادی کو وہاں بلایا اور اس تحریک میں وہی رنگ پیدا کر دیا جو سید صاحب کے دور میں تھا۔ یہ پورا خاندان تحریک جہاد میں قربان ہو گیا۔ مولانا ولایت علی اور مولانا عنایت علی اپنے بہت سے اعزہ اقرباء کے ساتھ سرزمین ہزارہ میں آسودہ خواب ہیں تو مولانا احمد اللہ عظیم آبادی اور ان کے بھائی مولانا یحییٰ علی جزائر انڈیمان میں فرنگی استبداد کا شکار ہو کر ہمیشہ کے لئے وہیں پیوند خاک ہو گئے۔ مولانا عبدالرحیم عظیم آبادی بیس سال کے بعد جب انڈیمان میں کالے پانی سے واپس آئے تھے تو صادق پور کے اندر آپ کے مکانات کا نام و نشان مٹ چکا تھا۔ عظیم آباد کے اس اہلحدیث گھرانہ کی منقولہ اور غیر منقولہ ہر قسم کی جائداد ضبط کر کے نیلام کر دی گئی۔ ان کا بڑا محل جسے مجاہدین کے آنے جانے کی وجہ سے قافلہ کہا جاتا تھا۔ اسے مسمار کر دیا گیا اور در و دیوار کے نام و نشان مٹا دیئے گئے۔ وہاں چند خاندانی قبریں تھیں وہ بھی اکھاڑ دی گئیں۔ یہ ہے وہ عظیم آباد کا خاندان جس کی داستان کالے پانی کی گہرائیوں سے کاغان کی بلندیوں تک بکھری پڑی ہے۔ جس طرح ان کے مٹانے والے مٹ گئے اسی طرح ان کا نام مٹانے والے بھی مٹ جائیں گے لیکن ان کا نام زندہ ہے زندہ رہے گا۔

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

مولانا عبدالحق بنارسی کی شخصیت

مولانا عبدالحق بنارسی جو شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے ہم سبق شاہ عبدالقادرؒ محدث دہلوی کے شاگرد رشید قاضی شوکانی کے بلا واسطہ تلمیذ شاہ اسماعیل شہید اور سید صاحب کے اولین رفقاء میں سے تھے۔ سید صاحب نے حج کے موقع پر جاتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو دس حصوں میں بانٹ دیا تو ایک جماعت کا آپ کو امیر بنایا۔ مدینہ میں آپ کے خلاف جو کاروائی کرنے کی کوشش کی گئی اس میں شاہ عبدالحق نے آپ کی ضمانت دی اور خود مقدمہ لڑا۔ سید صاحب کے ساتھ حج سے واپس آئے۔ سرحد میں آپ سید صاحب کے پاس مجاہدین کا ایک لشکر لے کر پہنچے۔ آپ نے زندگی میں سات حج کئے۔ آخری حج میں احرام کی حالت میں منیٰ میں فوت ہوئے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے سید احمد شہید غلام رسول مہر۔ تذکرہ علماء ہند۔ نزہۃ الخواطر ج ۷۔ سید عبدالحی وغیرہ بہت سی کتابوں میں آپ کا ذکر خیر موجود ہے۔ ایسی مقدس ہستی کو صرف اس لئے برا بھلا کہنا کہ وہ تقلید کے قائل نہیں تھے اپنی عاقبت خراب کرنے کے مترادف ہے۔

علماء صادق پور کی عظیم الشان قربانیوں کے واقعات

پڑھ کر ہر شریف آدمی کی گردن احترام سے جھک جاتی ہے۔ لیکن صرف ترکِ تقلید کی وجہ سے ان کے خلاف اس طرح کی گھٹیا گفتگو کرنا اسلام کی کون سی خدمت ہے۔ اہلِ حدیث نے علماء دیوبند کا آخر کیا نقصان کیا ہے جو یہ موقعہ بہ موقعہ ان کے پیچھے ہر وقت لٹھ لئے پھرتے ہیں۔

نہ گلم نہ برگ سبزم نہ درخت سایہ دارم
ہمہ حیرتم کہ دہقاں بچہ کار کشت مارا

مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی کا فتویٰ

رہی بات تنبیہ الضالین میں مندرجہ فتووں کی جن میں شاہ اسحٰق کا بھی فتویٰ ہے جناب علوی صاحب نے غالباً وہ فتویٰ خود پڑھنے کی زحمت گوارا نہیں کی اور تقلیدی ذہن کا ثبوت دیتے ہوئے اس کتاب کا پیش لفظ نقل کر کے خوش ہو گئے کہ شاہ محمد اسحاق نے بھی لامذہبوں (اہلحدیثوں) کے خلاف فتویٰ دے دیا۔ حالانکہ شاہ اسحاق کا فتویٰ اہل حدیث کے خلاف نہیں بلکہ حق میں ہے۔ اصل استفتاء فارسی میں ہے اس کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

علماء کی اس کے متعلق کیا رائے ہے۔

(۱) کوئی حنفی شخص اپنے مذہب کو مالکی شافعی یا حنبلی مذہب پر ترجیح دیتا ہے کیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

(۲) جو شخص کہ حنفی ہو اور وہ مذہب شافعی وغیرہ کے دلائل کو ضعیف اور مجروح سمجھے کیا وہ شخص اپنی اس روش میں عملِ صالح پر کاربند ہو گا اور اس معاملہ میں وہ پیغمبر کا پیروکار تصور ہو گا یا نہیں؟

(۳) جو آدمی مذاہب اربعہ کو مرجوح تصور کرتے ہوئے اپنے خیال میں ایسی حدیث پر عمل کرتا ہے جسے وہ صحیح سمجھتا ہے حالانکہ اس میں صحیح اور ضعیف حدیث میں امتیاز کی اہلیت نہیں۔

(۴) اور وہ مذاہب کی حقانیت کا انکار کرتا ہے۔

(۵) اور وہ مذاہب اربعہ کو اجماع کے خلاف تصور کرتا ہے۔

(۶) ائمہ اربعہ کی تقلید کو بدعت سمجھتا ہے۔

(۷) کیا ایسا شخص بدعتی ہے کہ نہیں؟ بیان کرو آپ کو ثواب ملے۔

یہ تھا وہ استفسار جو بہ قول مؤلف اہل سنت نے لامذہبوں کے حق میں پوچھا ہے (ص ۳۴)

شاہ اسحٰق رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا جو جواب دیا وہ مع ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے وہ اس طرح ہے۔

"در کتاب اشباہ مے نویسد اذا سئلنا عن مذھبنا ومذھب مخالفینا فی الفروع یجب علینا ان نجیب بان مذھبنا صواب یحتمل الخطأ ومذھب مخالفینا خطأ یحتمل الصواب انتھی۔

وقتے کہ کسے مذہب خود مذہب حنفی اختیار کرد لازم است کہ ترجیح خواہد داد و چوں ترجیح مذہب خود را داد غیر مذہب خود را مرجوح خواہد دانست۔

و مذہب اربعہ را مرجوح نباید دانست اتباع ایشاں را اتباع کتاب و سنت باید دانست

و کسے کہ امتیاز ندارد در میان احادیث صحیح است یا غیر صحیح پس بر و لازم است کہ علماء نماید و کسے کہ بحقیقت مذہب اربعہ نداند و انکار اتباع ایشاں کند آں کس ضال است۔ واللہ اعلم (محمد اسحاق) ص ۳۵

"اشباہ میں لکھا ہے کہ جب ہمیں اپنے مذہب اور جو فروع میں ہمارے خلاف ہیں ان کے مذہب کے متعلق پوچھا جائے گا تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم جواب میں کہیں کہ ہمارا مذہب صحیح ہے جس میں غلطی کا امکان ہے اور ہمارے مخالف کا مذہب غلط ہے جس میں صحت کا امکان ہے۔ جب وقت کسی شخص نے اپنے لئے حنفی مذہب اختیار کر لیا تو لازمی ہے کہ وہ ترجیح دے گا۔ اور جب وہ اپنے مذہب کو ترجیح دے تو لامحالہ وہ مذہب غیر کو مرجوح تصور کرے گا۔

مذاہب اربعہ کو مرجوح نہ سمجھنا چاہیئے۔ ان کی پیروی کتاب و سنت کی پیروی جاننا چاہیئے۔

جو شخص احادیث کے صحیح یا غیر صحیح کی پہچان نہیں کر سکتا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ علماء کی پیروی کرے جو شخص مذاہب اربعہ کو حق نہ جانے اور ان کی اتباع کا انکار کرے وہ گمراہ ہے۔ (محمد اسحاق)

آخری جملہ میں "حقیقتِ مذہب اربعہ" لکھا ہے لیکن میں نے سوال کے مدِ نظر اسے حقیقت سمجھتے ہوئے اس کا معنیٰ کیا ہے اگر یہ کاتب کی غلطی نہیں تو اس کا معنیٰ ہوگا "جو شخص مذاہب کی حقیقت نہیں جانتا اور انکار کرتا ہے وہ گمراہ ہے" تو اس کا مفہوم بدل جائے گا۔

میں نے شاہ صاحب کا پورا فتویٰ ان کے اپنے الفاظ میں اس لئے نقل کر دیا ہے تاکہ تنبیہ الضالین کے تلبیسانہ انداز کا پورا پورا اندازہ ہو جائے کہ اس فتوے میں اس کے مطلب کی کوئی بات نہیں لیکن تاثر یہ دیا ہے کہ شاہ صاحب نے اہل حدیث کو لامذہب کہہ کر اہل سنت سے خارج کر دیا ہے۔ اور اسی طرح علوی صاحب نے اس کی تمہید لکھ کر اس کی تائید کی ہے۔ چنانچہ علوی نے اس کی ابتدائی عبارت اس طرح نقل کی ہے۔ (ص ۱)

"یہ وہ فتوے ہے جو مکے اور مدینے کے علماء نے لکھے ہے اور مولانا اسحاق صاحب نے جو نائب اور سجادہ نشین ہیں۔ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز قدس سرہ کے مقام دہلی میں اور خواص و عام مومنین کے معتمد اور بہت سے علماء و فضلاء اور حضرت امیر المومنین سید احمد قدس سرہ کے خلفاء نے لامذہب والوں کے احوال سے مطلع ہو کر ان کے طریقے کے مردود اور جھوٹے ہونے کی دلیلیں لکھ کر اپنی اپنی مہر اور دستخط سے مزین فرما کر ہندوستان سے بھیجا ہے کہ عوام نادان مسلمان ان لوگوں کے برے اعتقاد کی باتوں سے اور برے طریقے سے اپنے تئیں بچاویں۔ اور ان کے مکر و فریب اور طمع کی باتیں منافقانہ کہ دل میں کچھ اور منہ میں کچھ سن کر گمراہ نہ ہو جاویں (ص ۱ و ص ۲)

سوالات کو ایک دفعہ غور سے پڑھیں اور نمبروار ان کا مقابلہ کریں کہ شاہ صاحب کے جواب سے سائل کا مقصد پورا نہیں ہوا پہلے سوال میں سائل نے حنفی مذہب کو دوسرے مذاہب پر ترجیح دینے کو صحیح یا غلط ہونے کی تصریح چاہی ہے جب کہ دوسرے سوال میں احناف کا اپنے مخالفین کے دلائل کو کمزور تصور کرنے کو عمل صالح اور پیروئ پیغمبر کی توقع رکھتے ہوئے جواب چاہا ہے لیکن شاہ اسحاق نے ان دونوں کے جواب میں ارشاد فرمایا ہے وہ احناف کے کام کا نہیں بلکہ وہ تمام مذاہب کے لئے یکساں ہے جس کا مقصد ہے کہ جو بھی شخص کوئی فقہی مذہب اختیار کر لیتا ہے اس کے یہی جذبات ہوتے ہیں اسی میں غلط صحیح یا عمل صالح اور پیروئ پیغمبر کا کیا تعلق ہے گویا شاہ صاحب نے پہلے دونوں سوالوں کو فضول سمجھتے ہوئے ایک عام سا جواب دے دیا۔

تیسرے سوال کے جواب میں آپ نے جو فرمایا ہے اہل حدیث بھی یہی کہتے ہیں کہ جو آدمی احادیث میں صحت و سقم کی اہلیت نہیں رکھتا اس پر فرض ہے کہ وہ علماء سے سوال کرے اور ان کی پیروی اس پر لازم ہے۔

چوتھے سوال میں مذاہب اربعہ کی حقانیت کا جہاں تک سوال ہے، اہل حدیث کا یہی موقف ہے جو شاہ صاحب نے بیان فرمایا۔ ہم صرف چاروں مذاہب ہی کو برحق نہیں سمجھتے بلکہ جتنے مجتہد ہو گزرے ہیں مذاہب صحابہ مذاہب تابعین اور تبع تابعین ائمہ اربعہ ان کے معاصر ہیں اور ان کے بعد آنے والے تمام مجتہدین کے مذاہب کو بایں معنیٰ برحق تصور کرتے ہیں کہ مجتہد اپنے اجتہاد میں بہر صورت ماجور و مثاب ہے۔ تاہم ہم حق کو کسی ایک میں یا چار میں منحصر نہیں مانتے۔ لیکن یہ چاروں سوالات تو بس وزن بیت کے لئے تھے۔ بنیادی سوال ۵ و ۶ یعنی آخری دو سوال ہیں جن کے حسب خواہش جواب کی صورت میں اہل حدیث کو اہل بدعت ثابت کر کے اہل سنت سے خارج کرنے کا پروگرام تھا۔ اور اس میں شک نہیں کہ اہل حدیث آج بھی چیلنج کرتے ہیں کہ مذاہب اربعہ پر اجماع مرکب ہی سہی لیکن پیش تو کیجئے، کوئی شرعی دلیل تو لائیے قطعی الدلالۃ قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ ظنی الثبوت ظنی الدلالۃ قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ ظنی الثبوت ۔ ادلہ اربعہ سے کوئی دلیل تو پیش کیجئے صرف دعوے سے بات تو نہیں بنتی۔ ظاہر ہے جس چیز کے لئے کوئی شرعی دلیل نہیں اسے بدعت نہیں تو اور کیا کہا جائے گا۔

بہر حال شاہ اسحاق کے فتویٰ میں ان دو آخری سوالوں کا جواب نہیں، یہاں دو امکان ہیں شاہ صاحب نے مذہب اہل حدیث کے مطابق جواب دیا ہوگا جس سے سائل کا مقصد فوت ہوتا تھا اس لئے اس نے حذف کر دیئے یا شاہ صاحب نے واقعۃً ان کا جواب ہی نہیں دیا۔

(باقی ص ۱۶ پر)

تحریر: حشمت اللہ۔ کراچی (قسط ۲ آخری)

اِتحادِ ملّت و علماء کرام

ہمارا ملک پاکستان جو اسلام کے نام پر اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے لاکھوں مردوں، عورتوں اور معصوم بچوں کی قربانی دے کر حاصل کیا گیا تھا علمائے کرام کی باہمی نااتفاقی اور فرقہ وارانہ سرگرمیوں کے باعث آج تک اسلامی نظام کی برکات سے محروم ہے جب کبھی عوام کی اسلام کے لیے ناقابل فراموش قربانیوں کے باعث اسلامی نظام کی منزل قریب نظر آئی ہمارے ان علمائے کرام کے باہمی اختلافات آڑے آگئے اور نظام اسلام سے متعلق مخصوص نظریات پر مبنی مباحث کا سلسلہ شروع ہوگیا قرآن و سنت کو بنیاد بنا کر اسلامی قوانین کے نفاذ کا متفقہ مطالبہ کرنے کے بجائے اکثریت و اقلیت کو بنیاد بنا کر فقہ حنفی اور فقہ جعفری کا مسئلہ اسلامی قوانین کی تدوین کے ابتدائی مراحل ہی کے دوران کھڑا کر دیا جاتا ہے جبکہ اس مسئلہ کو ۱۹۵۱ء میں تمام مکاتب فکر دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث اور اہل تشیع کے ۳۱ اکابر علمائے کرام اپنے ۲۲ متفقہ نکات میں بحسن و خوبی طے کر چکے ہیں اور پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے طریقہ کار میں اس اصول پر اتفاق رائے کر چکے ہیں کہ:۔

وہ اسلامی قانون کی بنیاد کتاب و سنت پر ہوگی اور کوئی قانون کتاب و سنت کے منافی نہیں بنایا جائے گا۔ لیکن اس کے باوجود اس مسئلہ کو وقتاً فوقتاً نئے سرے سے پیدا کیا جاتا ہے اور فقہ حنفی و فقہ جعفری دونوں کو بیک وقت اسلامی قانون کی بنیاد بنا کر من و عن نافذ کرنے پر زور دیا جاتا ہے اور اس مسئلہ پر دونوں فریق شدت و غلو کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اپنی قوت و صلاحیت کو ایک دوسرے کے خلاف بیان بازی اور مخالفانہ مہم چلانے پر صرف کرتے ہیں اس طرح اُمّت کی آسانی و سہولت کے لیے کتاب و سنت کی بجائے فقہ کو فرقہ واریت کی شکل دیکر فقہی اختلافات کی بنیاد پر تفریق اُمت کی جا رہی ہے جبکہ اُمت مسلمہ کو ایک اُمت واحدہ کی شکل میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور اُمت کے باہمی اختلافات کو ختم کرنے کے لیے قرآن و سنت کو ایک حجت قطعی (اتھارٹی) قرار دیکر باہمی اختلاف و نزاع کو ختم کرکے ایک اُمت بن کر رہنے کی سختی سے تلقین کی گئی ہے اختلافات کی کثرت۔ فرقہ بندی و گمراہی سے محفوظ رہنے کے لیے ہادی برحق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ و سنۃ رسولہ "میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ان کو مضبوطی سے تھامے رہو گے اور اسی پر عمل پیرا رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ اللہ کی کتاب (قرآن شریف) اور اس کے رسول کی سنت (حدیث شریف) ہے"

لیکن افسوس کہ آج اس زریں اصول اور نصیحت کو نظرانداز کر کے من مانی تاویلات مخصوص نظریات مخصوص مذہبی کتب اور فرقہ وارانہ اعمال کی بنیاد پر یہ غلط تاثر ذہنوں میں بٹھا دیا گیا ہے کہ موجودہ اسلامی فرقے تعبیر و تشریح اور فہم و اجتہاد کے اختلاف سے وجود میں آئے ہیں لیکن چونکہ اصل کے اعتبار سے سب ہی قرآن و سنت کو اتھارٹی تسلیم کرتے ہیں لہٰذا اس قسم کی فرقہ بندی جائز ہے اور یہ فرقے باہم متحد نہیں ہو سکتے کیونکہ اس قسم کے اختلافات خود صحابہ کرامؓ، تابعین کرامؒ اور تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین کے درمیان پائے جاتے تھے، فرقہ بندی کو قائم رکھنے کی یہ توجیہ و اصول اور موجودہ فرقہ بندی کی یہ شکل ہمیں صحابہ کرام تابعین و تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین کے درمیان کہیں نظر نہیں آتی اور نہ کہیں ایسی مثال ملتی ہے کہ فہم و تشریح و اجتہاد کے اختلاف کی بنیاد پر پوری اُمت واحدہ کی تفریق کو جائز قرار دیا گیا ہو اور اس کی بنیاد پر فرقہ بندی کر کے ہر فرقہ کی مساجد، مدارس اور فقہی کتب کا علیحدہ علیحدہ شمار کیا گیا ہو، ایک دوسرے کے پیچھے نماز کی عدم ادائیگی کا فتویٰ دیا گیا ہو اور اسی بنیاد پر ایک دوسرے کی تحقیر و تکفیر کی گئی ہو صحابہ کرامؓ اور ائمہ مجتہدین ان سب غیر اسلامی اُمور سے پاک و صاف تھے وہ فہم و اجتہاد کے اختلاف کی موجودگی بھی ایک اُمتِ واحدہ کی شکل میں تھے۔ اور اس قسم کے اختلاف کو صحیح معنوں میں اجتہاد و فہم کے اختلاف کی حد تک ہی رکھتے تھے اور قرآن و سنت کو صحیح معنوں میں حجیت قطعی (اتھارٹی) تسلیم کرتے ہوئے بلاحیل و حجت خود ان کا عمل قرآن و سنت کے تابع ہوتا تھا چنانچہ

اس بات کے کافی ثبوت ملتے ہیں کہ صحیح حدیث کا حکم ملتے ہی اپنے قول سے فوراً رجوع فرما لیتے تھے یہی وجہ ہے کہ اُن میں موجودہ طرز کی فرقہ بندی یا مخصوص نظریہ کی بنیاد پر کوئی الگ مستقل گروہ یا فرقہ موجود نہیں تھا اور فرقہ یا فرقہ واریت کا دور دور تک شائبہ بھی نظر نہیں آتا تھا وہ ایک دوسرے کا احترام اور ایک دوسرے کے پیچھے نمازیں ادا کرتے تھے اور اپنے آپ کو صرف اور صرف اُمت مسلمہ کہلانا پسند کرتے تھے اُس دور کا مسلمان باہمی اتحاد و اتفاق کا مظہر تھا اور اس شعر کی عملی تفسیر تھا ؂

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

لیکن آج ہماری حالت یہ ہے کہ ہر فرقہ کی مساجد جدا جدا ہیں، کیوں کہ ہماری نظر میں ایک دوسرے کے پیچھے نماز درست نہیں ہوتی یہی وجہ ہے کہ ہر مسجد مخصوص عقیدہ و مسلک کے نام سے رجسٹرڈ ہے۔ اور انہیں مذہبی اکھاڑے کی حیثیت سے استعمال کیا جاتا ہے وہاں منبر رسول پر بیٹھ کر آپس میں اتحاد و اتفاق اور اُخوت باہمی کا درس دینے کے بجائے باہمی منافرت و فرقہ واریت کی ایسی فضا تیار کی جاتی ہے کہ ایک خدا، ایک رسول، ایک قرآن اور ایک قبلہ رکھنے والے مسلمان تمام اسلامی اخلاق و کردار کی قیود و حدود کو پھلانگ کر ایک دوسرے کا خون تک بہانے پر تیار ہو جاتے ہیں یہی حال مذہبی کتب کا ہے ان میں بھی ایک دوسرے کے خلاف شرک و کفر کے فتوے درج ہوتے ہیں اور ہر فرقہ اپنی مخصوص فقہی کتب کے علاوہ دوسری کتب کو غلط قرار دیتا ہے الغرض ہماری مسجدیں، مدارس اور طور طریقے جدا جدا ہیں پھر اس غلط روش اور فرقہ بندی کو فطری اختلاف کہہ کر کس طرح جائز قرار دیا جا سکتا ہے

میری ان گزارشات کا مقصد خدانخواستہ علماء کرام کی کردار کشی نہیں ہے میرے پیش نظر علماء کرام کی توجہ ملک میں بڑھتی ہوئی فرقہ واریت اور مذہبی انتشار کی طرف دلانا ہے میں انہیں اس بات سے بھی آگاہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ان کے آپس کے بڑھتے ہوئے اختلافات تشویش ناک صورت اختیار کرتے جا رہے ہیں عوام الناس میں ان سرگرمیوں کی باعث اسلام سے بیزاری و مایوسی کا جذبہ پیدا ہو رہا ہے اور یہ اختلافات ملک میں اسلامی نظام کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بنتے جا رہے ہیں۔ بعض علماء کرام کی منفی سرگرمیوں کا تجزیہ پیش کرنے کا مقصد صرف خلوص و درد اور اسلام و پاکستان سے محبت کا جذبہ ہے اور ساتھ ہی ہر مکتب فکر کے صحیح الفکر، متین، سنجیدہ معتدل مزاج اور قومی درد رکھنے والے معزز علماء کرام سے اپیل ہے کہ وہ وطن عزیز میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے اکابر علماء کے پیش کردہ "۲۲ نکات" کی روشنی میں ایک متفقہ حل پیش کریں۔ تاکہ اسلامی نظام کی راہ میں حائل علماء کے فروعی و فقہی اختلافات، بادشاہت یا مغربی جمہوریت، شورائی یا جمہوری نظام حکومت، سیاسی جماعتوں کا وجود یا عدم وجود، جماعتی و غیر جماعتی طریقے انتخاب کی بحثوں و دیگر دشواریوں اور رکاوٹوں کو دور کیا جا سکے۔ اور عوام جلد از جلد اسلامی نظام کی برکات سے مستفیض ہو سکیں اس سلسلے میں مجھ ناچیز کی بھی یہ ایک تجویز پیش خدمت ہے کہ تمام مروجہ چاروں فقہ چونکہ اُمت کا مشترکہ دینی سرمایہ ہیں۔ لہٰذا ان تمام فقہ کے وہ قوانین جو کتاب و سنت سے مستفاد ہیں۔ اور تمام مکاتب فکر کے نزدیک بھی متفق علیہ ہیں انہیں جمع کر کے اسلامی قانون کی حیثیت سے نافذ کر دیا جائے مجھے امید ہے کہ علمائے کرام قوم کو اتحاد و اتفاق کی برکات سے محروم نہیں کریں گے۔ اور اپنی دیرینہ خواہشوں اور مقاصد زندگی کے مطابق یہاں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے متفقہ حل تلاش کریں گے کیونکہ مذہبی انتشار کی جو کیفیت ہمارے ملک میں پروان چڑھ رہی ہے وہ ہر لحاظ سے ملک و ملت کے لئے تباہ کن ہے۔ اگر خدانخواستہ زیادہ عرصے تک یہی کیفیت برقرار رہی تو خدشہ ہے کہ یہاں اسلام کبھی نافذ نہ ہو پائے اور ہم کسی تباہی سے دوچار ہو جائیں۔ حال ہی میں برصغیر پاک و ہند کے معروف مذہبی رہنما اور اسکالر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے بھی اپنے گزشتہ دورۂ پاکستان میں علماء کرام کی ایک مجلس سے خطاب کے دوران اس خطرے کا احساس دلایا تھا اور کہا تھا کہ "پاکستان کو مذہبی انتشار سے محفوظ رکھنے کی تدابیر کیجئے کیونکہ اس سے ملک کی بقاء و سلامتی کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے"!

اس لئے میں اپنے تمام علماء اسلام، قائدین ملت اور

رہنمایانِ قوم کی خدمت میں انتہائی خلوص و درد، نیک نیتی، اور اسلام و پاکستان کے جذبۂ محبت سے مغلوب ہو کر شکوہ اربابِ وفا کے طور پر یہ گذارشات پیش کر رہا ہوں کہ وہ گردو پیش کے تیزی سے بدلتے ہوئے حالات اور ملک کی مخصوص صورتِ حال کو سامنے رکھتے ہوئے وطنِ عزیز کی نظریاتی بنیادوں کی حفاظت کے لئے اپنے اُوپر عائد ذمہ داریوں کو پورا کریں اور ملک کی نظریاتی بنیادوں کو کھوکھلا کر دینے والی تباہ کن لعنت یعنی باہمی افتراق و انتشار اور فرقہ واریت و لسانی، علاقائی، صوبائی و سیاسی عصبیت کے سدِّباب کے لئے اپنا کردار ادا کرنے کے لیے میدانِ عمل میں آجائیں اور اپنے قول و فعل۔ تحریر و تقریر اور عمل و کردار کے ذریعے ملّتِ اسلامیہ کے باہمی اتحاد و یک جہتی کے لئے بھرپور مہم چلائیں تاکہ حصولِ پاکستان کا مقصد یہاں جلد از جلد مکمل اسلامی نظام کی شکل میں پورا ہو سکے اور مادیت و گمراہی کے اندھیروں میں روشنی اور سکون کی متلاشی بھٹکتی ہوئی انسانیت کے لیے یہ ملک امن و سلامتی اور رُشد و ہدایت کا نمونہ نظر آئے اور دنیائے اسلام میں نشاۃِ ثانیہ کے آغاز کی منتظر نگاہوں کو یہاں روشنی کی ایک کرن نظر آئے اور دیگر اقوام کے لیے یہ ملک مینارۂ نور ثابت ہو۔

بقیہ • شاہ اسماعیل شہیدؒ

الغرض کہنے کا مقصد یہ ہے کہ تنبیہ الغافلین کے مصنف نے شاہ اسحاق کا نام صرف لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے استعمال کیا ہے ورنہ ان کے مقصد کو پورا کرنے کے لئے کسی حد تک مولانا مملوک علی کا فتویٰ کار آمد ہو سکتا تھا لیکن اس دور میں ان کے نام سے کسی کو دھوکہ نہیں دیا جا سکتا۔

رہے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے علماء مذاہب اربعہ تو ان کے متعلق تو اتنا ہی کافی ہے کہ اگر وہ لوگ یقین رکھتے تھے کہ چاروں مذہب برحق ہیں اور ان پر اجماع ہو چکا ہے تو اللہ کے گھر میں بھی ان کی نماز ایک دوسرے کے پیچھے کیوں نہیں ہوتی تھی اور انہوں نے بیت اللہ شریف میں چار مصلے کیوں بنا رکھے تھے۔ معلوم نہیں مقلدین حضرات تقلید کے معاملے میں اتنے حساس کیوں ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ احساس بھی صرف لفظوں کی حد تک ہے ورنہ علماء احناف میں آج بیسیوں مسائل مفتیٰ بہا ہیں جن میں امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد بلکہ امام زفر تک متفقہ طور پر ان کے خلاف ہیں۔ اگر اتنی جرأت آپ میں آگئی ہے تو تھوڑی سی اور جرأت دکھایئے اور اُمت کو فکری آشفتگی کی بجائے نصوص کی طرف لانے کی کوشش کیجئے زمانہ کافی آگے جا چکا ہے اس کا مقابلہ صرف نصوص سے ہو سکتا ہے خراسانی فقہ سے نہیں مسلمانوں کی بدقسمتی میں اس جدلی فقہ کا کافی حصہ ہے۔

خط لکھتے وقت
خریدار نمبر کا حوالہ ضرور دیں

افکارِ معاصرین

محمود احمد میرپوری

پاکستان میں مذہبی و سیاسی جلوسوں پر

پابندی عائد کی جائے

پاکستان میں اس دفعہ بھی محرم الحرام میں شیعہ سُنّی فسادات ہوئے۔ اور متعدد افراد کے ہلاک و زخمی ہونے کی خبریں شائع ہوئی ہیں ــــ یہ بات کتنی افسوسناک بلکہ شرمناک ہے کہ بڑی بڑی مذہبی ہستیوں و شخصیتوں کے حوالے سے نکالے جانے والے جلوس فرقہ واریت کا شکار ہو کر اپنے پیچھے نفرت و حقارت کے ایسے اثرات چھوڑ جاتے ہیں کہ ہر آنے والے سال میں اس کی یاد تازہ کر لی جاتی ہے۔ محرم کا جلوس ہو یا ربیع الاول کا، یومِ فاروقِ اعظمؓ ہو یا یومِ علیؓ، جب بھی یہ دن قریب آتے ہیں تو حکام کی طرف سے امن و امان کی اپیلیں جاری ہوتی ہیں۔ شہر شہر امن کمیٹیاں بنتی ہیں، اور پولیس کے خصوصی دستے قائم کئے جاتے ہیں اور جوں جوں جلوس کے دن قریب آتے ہیں خدشات و خطرات کے بادل سروں پر منڈلاتے نظر آتے ہیں۔ اور پھر ان سارے انتظامات اور اپیلوں کے باوجود شرپسند ان جلوسوں کو میدانِ کارزار میں تبدیل کر دیتے ہیں اور ناحق خون بہائے جاتے ہیں، کتنے بے گناہ مارے جاتے ہیں۔ گھر اجڑتے ہیں، بچے یتیم ہوتے ہیں اور عورتیں بیوہ ہو جاتی ہیں۔ اور پھر تحقیقاتی کمیشن بٹھائے جاتے ہیں جو فسادات کی تحقیق کرتے ہیں۔ مگر کمیشن کی رپورٹ کی اشاعت یا اس پر عمل درآمد سے پہلے ہی دوسرا فساد رونما ہو جاتا ہے اور یوں یہ فسادات بھی ایک معمول اور رُوٹین بنتے جا رہے ہیں۔

پاکستان میں اب تک جتنی بھی حکومتیں آئی ہیں۔ ان میں کسی نے بھی اس مسئلے کو سنجیدگی یا اخلاص سے حل کرنے کی کوشش نہیں کی اور نہ ہی ان فسادات کے اصل اسباب کا جائزہ لیا ہے۔ ہمارے نزدیک اس سارے ہنگامے کا اصل اور بنیادی سبب یہ ہے کہ ایک ایسی مذہبی رسم جسے مسجد یا امام باڑے تک محدود رہنا چاہیئے تھا۔ اُسے گلیوں اور بازاروں میں ادا کرنے کی چھٹی دے کر فسادات کے لئے میدان مہیا کر دیا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا دسویں محرم، چہلم یا یومِ علیؓ کے جلوسوں کا نکالنا اور ان موقعوں پر سڑکوں اور بازاروں میں رونا پیٹنا شیعہ حضرات کے بنیادی عقائد میں شامل ہے اور ان کے ائمہ نے اسے ضروری اور لازمی قرار دیا ہے؟ ہمارے علم کی حد تک ہرگز ایسا نہیں ہے۔ اگر ہے بھی تو کم از کم گلیوں اور بازاروں میں پھرنے کی شرط بہرحال کسی نے نہیں لگائی۔

اسی طرح ہمارے بعض سُنّی حضرات جو ۱۲ ربیع الاوّل کو جلوس نکالتے ہیں یا یومِ فاروقِ اعظمؓ مناتے ہیں یا کبھی بڑی اور چھوٹی گیارہویں شریف کے جلوسوں کا ہنگامہ بپا کرتے ہیں۔ ان سے بھی یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ کیا قرآن و سنت میں محبت کے اظہار کا یہ طریقہ لازمی و ضروری قرار دیا گیا ہے کہ بازاروں اور گلیوں کو سجا کر دن بھر نظامِ زندگی معطّل کر کے شرپسندوں کو تخریبی کارروائیاں کرنے کے مواقع مہیا کئے جائیں؟ یہاں بھی محض ایک رسمی بلکہ بعض حالات میں ضد اور ہٹ دھرمی ہے۔ ورنہ قرآن و حدیث میں، صحابہ کرامؓ کے ہاں، اور چاروں اماموں کے اقوال میں اس طریقۂ محبت کا کہیں نشان تک نہیں ملتا۔

دراصل ہوتا یہ ہے کہ ان مسائل کو اس قدر اہمیت دے دی گئی ہے کہ اور بعض مذہبی پیشوا اپنے مخصوص مفادات کی خاطر ان رسومات کو اصل دین قرار دے کر اس پر اتنا زور دیتے ہیں کہ بے چارے عوام اس کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ وہ محرم میں جلوس لے کر انتہائی جذباتی فضا میں جب باہر آتے ہیں اور کسی سُنّی مسجد میں نمازیوں کو دیکھتے ہیں یا اگر کچھ لوگ اپنے گھروں اور دکانوں میں بیٹھے ہیں اور اس جلوس میں شریک نہیں ہوئے تو وہ انہیں اہلِ بیت اور امام حسینؓ کا گستاخ اور دشمن سمجھتے ہیں۔ اور پھر ان مسجدوں اور دکانوں کے سامنے وہ

اپنی عقیدت کا اظہار کچھ زیادہ ہی کرتے ہیں۔ اور ذاکر و واعظ حضرات رہی سہی کمی پوری کر دیتے ہیں۔ ایسے موقع پر کسی شرپسند کی تھوڑی سی شرارت کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا دونوں طرف سے گرم ہوتا ہے۔ اور بس ایک لمحے میں مسلمان مسلمان کا خون بہانے لگ جاتا ہے۔

یہی صورتِ حال دوسری طرف ہمارے ان سُنّی بھائیوں کی ہے جو مختلف مناسبتوں سے ان جلوسوں ہی کو اصل دین سمجھے بیٹھے ہیں۔ اور بنیادی دینی فرائض سے بڑھ کر ان رسومات کو منانے کے لئے تگ و دو کرتے ہیں۔ ہمارا اپنا مشاہدہ ہے کہ یہ لوگ جب شیعہ حضرات کی عبادت گاہوں کے سامنے سے گذرتے ہیں تو ان کا رویہ بھی انتہائی قابل اعتراض و اشتعال انگیز ہوتا ہے بلکہ یہ حضرات جب ربیع الاول کا جلوس لے کر ان (اہل حدیث اور دیوبندی) حضرات کی مساجد کے سامنے سے گذرتے ہیں جو اظہارِ عقیدت کے اس طریقے کو درست نہیں سمجھتے تو وہاں گھنٹوں رُک کر اپنے دل کی بھڑاس نکالتے ہیں اور ان کے اس جلوس میں شامل نہ ہونے والوں کو اپنے مخصوص فتووں سے نوازتے ہیں۔ گوجرانوالہ میں ایک دفعہ اسی وجہ سے خون ریز فساد ہوا تھا۔

یہ ساری تفصیل بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ ان فسادات کا اصل سبب ایک ایسی رسم کو بازاروں اور گلیوں میں لا کر ادا کرنا ہے جسے مسجد یا امام باڑے تک محدود رہنا چاہئے تھا۔

حالیہ شیعہ سُنّی فسادات کے بعد صدر پاکستان کا یہ بیان اخبارات میں شائع ہوا ہے کہ "عید میلاد النبی ؐ اور محرم کے جلوسوں کی تعداد محدود ہونی چاہیئے"۔ ہمارے نزدیک صرف محدود کرنا ہی مسئلہ کا حل نہیں بلکہ ان جلوسوں پر مکمل طور پر پابندی عائد کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ گذشتہ ۳۳ سال کا تجربہ موجود ہے کہ امن کمیٹیوں، مشترکہ کونسلوں اور شیعہ سُنّی اتحاد کے نعروں کے باوجود جب موقع آتا ہے تو سب کچھ بھلا دیا جاتا ہے اور اس کے بدلے سرے سے امن اور اتحاد کے کوششوں کا آغاز ہو جاتا ہے۔

جب ان سب حضرات کے نزدیک ان جلوسوں کو گلیوں اور بازاروں میں نکالنا شرعی طور پر لازمی اور ضروری نہیں ہے تو پھر مسلمانوں کی جان و مال کے تحفظ کی خاطر اور ان عظیم اسلامی شخصیتوں کے احترام کی خاطر جن کے نام پر یہ دن منائے جاتے ہیں اگر ان تقریبات کو عبادت گاہوں تک محدود کر دیا جائے تو اس میں آخر کونسا شرعی امر مانع ہے؟

یہی حال سیاسی جلوسوں کا ہے۔ ہمارے ہاں دوکانوں کے شیشے توڑنا۔ کاروں کو نذرِ آتش کرنا اور املاک کو نقصان پہنچانا۔ یہ ان جلوسوں کا طرۂ امتیاز ہے۔ اور پھر مثالیں یورپ کی دی جاتی ہیں۔ حالانکہ یہاں بھی جلوسوں پر اس لحاظ سے مکمل پابندی عائد ہے کہ پیشگی اجازت حاصل کرنا ضروری ہے۔ راستے کا تعین پہلے سے ہوگا۔ پھر دو دو چار چار کی قطاریں چلنا ہوگا۔ اور پولیس ساتھ اس طرح نگرانی کرتی ہے کہ کسی دوکان یا مکان کو نقصان پہنچانے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا بلکہ برطانیہ جیسے عظیم جمہوری ملک میں اگر کسی جلوس کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے کہ اس کی وجہ سے اشتعال انگیزی ہوگی یا دو گروہوں میں تصادم کا خطرہ ہے تو ایسے جلوسوں پر مکمل پابندی لگا دی جاتی ہے جیسا کہ نیشنل فرنٹ کے جلوسوں کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے کہ اس کی وجہ سے اشتعال انگیزی ہوگی یا دو گروہوں میں تصادم کا خطرہ ہے تو ایسے جلوسوں پر مکمل پابندی لگا دی جاتی ہے جیسا کہ نیشنل فرنٹ کے جلوسوں کے بارے میں کئی بار اس طرح کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اس لئے کہ آزادیٔ رائے کا یہ معنٰی نہیں کہ دوسرے کی آزادی پر ڈاکہ ڈالا جائے۔ اور اس کے گھر یا دوکان کے سامنے چیخنے اور چلّانے کا فریضہ ادا کیا جائے۔

اور ہمارے ہاں پاکستان میں جلوس والے خواہ کتنی ہی نیک نیتی کا مظاہرہ کریں اور پولیس کتنے ہی وسیع انتظامات کرے اس کے باوجود ہجوم میں صرف ایک شرپسند کوئی نعرہ لگا دے، کوئی افواہ اڑا دے یا کوئی معمولی پٹاخہ چھوڑ دے

تو معرکہ بپا ہو جاتا ہے۔ پھر ان جلوسوں کی وجہ سے شہروں کا کاروبار متاثر ہوتا ہے۔ اور بے چارے دوکاندار اور تاجر کئی کئی دن پہلے اپنے تحفظ اور بچاؤ کی فکر کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور پھر یہ طریقہ ہندوستان اور پاکستان کے سوا ہمیں کسی اور جگہ نظر بھی نہیں آتا۔ اس لئے فسادات بھی ان دونوں ملکوں میں ہر سال پابندی سے ہوتے ہیں۔

ہم شیعہ سُنی علماء کرام سے یہ اپیل کرتے ہیں کہ وہ ان جلوسوں کو اپنی انانیت کا مسئلہ نہ بنائیں اور انہیں جاری رکھنے بلکہ مزید ترقی دینے پر اصرار نہ کریں۔ ان جلوسوں سے اگر کچھ فائدہ بھی ہے تو اس کے مقابلے میں نقصان کہیں زیادہ ہے۔ اور اس سے بڑی اور تخریب کاری کیا ہو سکتی ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں نفرت پیدا کی جائے اور مسلمان کے مال و جان کو خطرے میں ڈال دیا جائے اور حکومت پاکستان سے بھی ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ وہ ہر قسم کے مذہبی و سیاسی جلوسوں پر پابندی عائد کر کے قوم کو فرقہ وارانہ مذہبیت اور ہنگامہ آرائی کی سیاست سے نجات دلائے۔ (صراط مستقیم برمنگھم نومبر ۱۹۸۴ء)

---

(۲) محرم کے ماتمی جلوسوں کی بدعت چوتھی صدی کے وسط میں معزالدولہ دیلمی نے ایجاد کی۔ شیعوں کی مستند کتاب منتہی الآمال ص ۵۴۳ ج ۱ میں ہے۔

"جملہ (ای مورخین) نقل کردہ اند کہ ۳۵۲ھ ہجری (سی صد و پنجاہ و دو) روز عاشورا معزالدولہ دیلمی امر کرد۔ اہل بغداد را بہ نوحہ و لطمہ و ماتم بر امام حسین و آنکہ زنہا مو ہیا را پریشان و صورتہا را سیاہ کنند و بازارہا را بہ بندند، و بر دکانہا پلاس آویزاں نمائند، و طباخین طبخ نہ کنند، و زنہائے شیعہ بیروں آمدند در حالیکہ صورتہا را بہ سیاہی دیگ وغیرہ سیاہ کردہ بودند و سینہ می زدند و نوحہ می کردند، سالہا چنیں بود۔ اہل سنت عاجز شدند از منع آں۔ لکون السلطان مع الشیعۃ" [۱]

ترجمہ۔ "سب مؤرخین نے نقل کیا ہے کہ ۳۵۲ھ میں عاشورہ کے دن معزالدولہ دیلمی نے اہل بغداد کو امام حسین رضؓ پر نوحہ کرنے، چہرہ پیٹنے اور ماتم کرنے کا حکم دیا۔ اور یہ کہ عورتیں سر کے بال کھول کر اور منہ کالے کر کے نکلیں، بازار بند رکھے جائیں اور دکانوں پر ٹاٹ لٹکائے جائیں اور طباخ کھانا نہ پکائیں۔ چنانچہ شیعہ خواتین نے اس شان سے جلوس نکالا کہ دیگ وغیرہ کی سیاہی سے منہ کالے کئے ہوئے تھے اور سینہ کوبی و نوحہ کرتی ہوئی جا رہی تھیں۔ سالہا سال تک یہی رواج رہا اور اہل سنت اس (بدعت) کو روکنے سے عاجز رہے کیونکہ بادشاہ شیعوں کا طرفدار تھا۔"

حافظ ابن کثیرؒ نے "البدایہ والنہایہ" میں ۳۵۲ھ کے ذیل میں یہی واقعہ اس طرح نقل کیا ہے:۔

"فی عاشر المحرم من هذه السنة امر معزالدولة بن بويه — قبحه الله — ان تغلق الاسواق، وان يلبس النساء المسوح من الشعر، وان يخرجن فی الاسواق حاسرات عن وجوههن ناشرات شعورهن يلطمن وجوههن ينحن على الحسين بن علی بن ابی طالب — ولم يمكن اهل السنة منع ذلك لكثرة الشيعة وظهورهم وكون السلطان معهم" [۲]

"ترجمہ:۔ اس سال (۳۵۲ھ) کی محرم کی دسویں تاریخ کو معزالدولہ بن بویہ دیلمی نے حکم دیا کہ بازار بند رکھے جائیں۔ عورتیں بالوں کے ٹاٹ پہنیں اور ننگے سر، ننگے منہ، بالوں کو کھولے ہوئے، چہرے پیٹتی ہوئی اور حضرت حسینؓ پر نوحہ کرتی بازاروں میں نکلیں۔ اہل سنت کو اس سے روکنا ممکن نہ ہوا۔ اہل سنت کو اس سے روکنا ممکن نہ ہوا۔ شیعوں کی کثرت و غلبہ کی وجہ سے اور اس بنا پر کہ حکمران ان کے ساتھ تھا۔"

اس سے واضح ہے کہ چوتھی صدی کے وسط تک امت ان ماتمی جلوسوں سے یکسر ناآشنا تھی۔ اس طویل عرصہ میں

---

[۱] بحوالہ تحذیر المسلمین عن کید الکاذبین۔ از مولانا اللہ یار چکڑالوی مرحوم [۲] البدایہ والنہایہ ص ۲۴۳ ج ۱۱

کسی سنی امام نے تو درکنار کسی شیعہ مقتدا نے بھی اس
بدعت کو روا نہیں رکھا۔ ظاہر ہے کہ ان ماتمی جلوسوں میں اگر ذرا
بھی خیر کا پہلو ہوتا تو خیر القرون کے حضرات اس سے محروم نہ رہتے۔
حافظ ابن کثیرؒ کے بقول: ۔

" وھذا تکلف لا حاجة الیه فی الاسلام،
ولو کان ھذا امرا محمودا لفعله خیر القرون
وصدر ھذه الامة وخیرھا وھم اولی به
ولو کان خیر ما سبقونا الیه واھل السنة
یقتدون ولا یبتدعون [1]

ترجمہ۔ اور یہ ایک ایسا تکلف ہے جس کی اسلام میں
کوئی حاجت وگنجائش نہیں ورنہ اگر یہ امر لائق تعریف ہوتا تو
خیر القرون اور صدر اول کے حضرات جو بعد کی امت سے بہتر و
افضل تھے، وہ اس کو ضرور کرتے کہ وہ خیر وصلاح کے زیادہ مستحق
تھے۔ پس اگر یہ خیر کی بات ہوتی تو وہ یقیناً اس میں سبقت لے
جاتے۔ اور اہل سنت، سلف صالحین کی اقتداء کرتے ہیں۔ ان
کے طریقہ کے خلاف نئی بدعتیں اختراع نہیں کیا کرتے۔"

الغرض جب ایک خود غرض حکمران نے اس بدعت
کو حکومت واقتدار کے زور سے جاری کیا اور شیعوں نے اس کو
جزو ایمان بنا لیا تو اس کا نتیجہ کیا نکلا؟ اگلے ہی سال یہ ماتمی
جلوس شیعہ سنی فساد کا اکھاڑہ بن گیا اور قاتلین حسینؓ نے ہر سال
ماتمی جلوسوں کی شکل میں معرکہ کربلا برپا کرنا شروع کر دیا۔ حافظ ابن کثیرؒ
۳۵۲ھ کے حالات میں لکھتے ہیں: ۔

" ثم دخلت سنة ثلاث وخمسین وثلاث
مائة ـ فی عاشر المحرم منها عملت الرافضة
عزاء الحسین کما تقدم فی السنة الماضیة۔ فاقتتل
الروافض واھل السنة فی ھذا الیوم قتالا شدیدا
وانتھبت الاموال " [2]

[1] البدایة والنھایة ص ۲۵۴ ج ۱۱
[2] البدایة والنھایة ص ۲۵۳ ،،

ترجمہ: "پھر ۳۵۳ھ شروع ہوا تو رافضیوں نے
دس محرم کو گذشتہ سال کے مطابق ماتمی جلوس نکالا۔ پس اس دن
روافض اور اہل سنت کے درمیان شدید جنگ ہوئی۔ اور مال
لوٹے گئے۔"

چونکہ فتنہ فساد ان ماتمی جلوسوں کا لازمہ ہے اس لیے
اکثر و بیشتر اسلامی ممالک میں اس بدعت سیئہ کا کوئی وجود نہیں
حتی کہ خود شیعی ایران میں بھی اس بدعت کا یہ رنگ نہیں جو جاہل
کربلائی ماتمیوں نے اختیار کر رکھا ہے۔ حال ہی میں ایران کے
صدر کا بیان اخبارات میں شائع ہوا جس میں کہا گیا ہے: ۔

" علم اور تعزیہ غیر اسلامی ہے" عاشورہ کی مروجہ رسوم
غلط ہیں" ایران کے صدر خامنہ ای کی تنقید" تہران (خصوصی
رپورٹ) ایران کے صدر خامنہ ای نے کہا ہے کہ یوم عاشورہ پر
امام حسین رضؓ کی یاد تازہ کرنے کے مروجہ طریقے یکسر غلط اور
غیر اسلامی ہیں" اسلام آباد کے انگریزی اخبار "مسلم" کی رپورٹ
کے مطابق ایرانی سربراہ مملکت نے نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب
کرتے ہوئے مزید کہا کہ یہ طریقہ نمود و نمائش پر مبنی اور اسلامی
اصولوں کے منافی ہے۔ فضول خرچی اور اسراف ہمیں امام حسین رضؓ
کے راستے سے دور کر دیتا ہے۔ انہوں نے علم اور تعزیہ کی مخالفت
کرتے ہوئے کہا کہ خواہ یہ محراب وگنبد کی شکل میں ہی کیوں نہ ہوں۔
یاد تازہ کرنے کی اسلامی شکل نہیں۔ ان نمائشی چیزوں پر رقم خرچ
کرنا حرام ہے۔ اور عاشورہ کی روح کے منافی ہے کیونکہ یوم عاشورہ
تفریح کا دن نہیں ہے۔

امام خمینی کے فتویٰ کے حوالہ دیتے ہوئے صدر خامنہ ای
نے کہا کہ مذہبی تقریبات کے دوران لاؤڈ اسپیکر کو بہت اونچی
آواز میں استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔ اور عزاداری کے مقام پر
بھی پڑوسیوں کو کوئی تکلیف نہیں پہنچانا چاہیئے۔ لوگوں کو ماتم
کرنے پر مجبور نہیں کرنا چاہیئے۔ اور نہ ہی اس رسم کو لوگوں کے لیے
تکلیف دہ ہونا چاہیئے۔ روزنامہ جنگ کراچی
(پیر ۱۹ محرم الحرام ۱۴۰۵ھ ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۴ء)

ہندوپاک میں یہ ماتمی جلوس انگریزوں کے زمانے میں بھی نکلتے رہے۔ اور "اسلامیہ جمہوریہ پاکستان" میں بھی ان کا سلسلہ جاری رہا۔ اہل سنّت نے اکثر و بیشتر فراخدلی و رواداری سے کام لیا۔ اور فضا کو پُرامن رکھنے کی کوشش کی۔ لیکن ان تمام کوششوں کے باوجود کبھی یہ بدعت فتنہ و فساد سے مُبرّا نہیں رہی۔ انگریزوں کے دور میں تو ان ماتمی جلوسوں کی اجازت قابلِ فہم تھی کہ "لڑاؤ اور حکومت کرو" انگریزی سیاست کی کلید تھی لیکن یہ بات ناقابلِ فہم ہے کہ قیامِ پاکستان کے بعد اس فتنہ و فساد کی جڑ کو کیوں باقی رکھا گیا۔ جو ہر سال بہت سی قیمتی جانوں کے ضیاع اور ملک کے دو طبقوں کے درمیان کشیدگی اور منافرت کا موجب ہے؟ بظاہر اس بدعتِ سیّئہ کو جاری رکھنے کے چند اسباب ہو سکتے ہیں ۱۔ ایک یہ کہ ہمارے اربابِ حل و عقد نے ان ماتمی جلوسوں کے حسن و قبح پر نہ تو اسلامی نقطۂ نظر سے غور کیا اور نہ ان معاشرتی نقصانات اور مضرتوں کا جائزہ لیا جو ان تمام ماتمی جلوسوں کے لازمی نتائج کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ ایک نظام جو انگریزوں کے زمانے سے چلا آتا تھا انہوں نے بس اسی کو جوں کا توں برقرار رکھنا ضروری سمجھا اور اس میں کسی تبدیلی کو شانِ حکمرانی کے خلاف تصوّر کیا۔ عاشورائے محرم میں جو قتل و غارت اور فتنہ و فساد ہوتا ہے وہ اُن کے خیال میں کوئی غیر معمولی بات نہیں جس پر کسی پریشانی کا اظہار کیا جائے یا اُسے غور و فکر کے لائق سمجھا جائے، دوسرا سبب یہ کہ اہلِ سنّت کی جانب سے ہمیشہ فراخ قلبی و رواداری کا مظاہرہ کیا گیا۔ اور ان شر انگیز ماتمی جلوسوں پر پابندی کا مطالبہ نہیں کیا گیا۔ اور ہمارے حکمرانوں کا مزاج ہے کہ جب تک مطالبہ کی تحریک نہ اٹھائی جائے وہ کسی مسئلہ کو سنجیدہ غور و فکر کا مستحق نہیں سمجھتے۔

جنابِ صدر کراچی تشریف لائے اور مختلف طبقات سے ملاقاتیں فرمائیں۔ سب سے پہلے شیعوں کو شرفِ باریابی بخشا گیا آخر میں مولانا محمد بنوری، مولانا مفتی ولی حسن اور مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کی باری آئی۔ مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی نے نہایت متانت و سنجیدگی اور بڑی خوبصورتی سے صورتِ حال کا تجزیہ پیش کیا۔ لیکن اہلِ سنّت کی اشک شوئی کا کوئی سامان نہ ہوا۔

اہلِ سنّت بجا طور پر یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ :-

۱۔ ان ماتمی جلوسوں پر پابندی عائد کی جائے۔
۲۔ جن شرپسندوں نے قومی و نجی املاک کو نقصان پہنچایا ان کو رہزنی و ڈکیتی کی سزا دی جائے۔
۳۔ اہلِ سنّت کے جن املاک کا نقصان ہوا ان کا پورا معاوضہ دلایا جائے۔
۴۔ اہلِ سنت کے جن رہنماؤں کو "جرمِ بے گناہی" میں نظر بند کیا گیا ہے ان کو رہا کیا جائے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ -

(ماہنامہ بینات کراچی دسمبر ۱۹۷۸ء)

بقیہ : درسِ منتخباتِ قرآن

فرما رہا دیتے چنانچہ آپ کے ان جذبات کے باوجود کہ یہ کفار و مشرکین کے مطلوبہ معجزے انہیں دکھا دوں۔ تاکہ وہ ایمان لے آئیں اور دعوتِ اسلام سے منہ نہ پھیر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ -

"اور اگر (اے نبیؐ) ان (کافروں اور مشرکوں) کی روگردانی تم پر گراں گزرتی ہے تو اگر طاقت ہو تو زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈ نکالو یا آسمان میں سیڑھی (تلاش کرو) پھر ان کے پاس کوئی معجزہ لاؤ"

ضروری اعلان

۱۔ خبریں اور اعلانات مختصر بھیجیں۔ ۲۔ تبلیغی روداد یں اور دیگر غیر ضروری تفصیلات شائع نہیں ہوں گی (۳) مضامین صاف اور خوش خط لکھیں۔ (۴) آیات و احادیث کے حوالے مکمل درج کریں۔ (ادارہ)

تبصرے کے لئے

کتاب کے دو نسخے روانہ فرمائیے

اطلاعات واعلانات

تبلیغی جلسہ ۲۳ ر دسمبر ۸۴ کو جامع اہلحدیث سہنسرہ گورائیہ ضلع گوجرانوالہ میں مولینا حبیب الرحمٰن یزدانی اور دیگر علماء کرام ایک جلسۂ عام سے خطاب کریں گے (محمد بابر خاں امیر جمعیت ہذا)

تبلیغی لٹریچر ایک روپیہ کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر کتابچہ "اربعین نبوی" اور "دین آسان" مفت منگوائیں (مدینۃ العلم اکیڈمی جلالپور روڈ حافظ آباد)

(۲) چھ رسائل یعنی زینت الصلوٰۃ مسئلہ رفع الیدین، برکات آمین، عید میلاد، سید محمد داؤد غزنوی، سی حرفی میاں غلام رسول قلعوی۔ چٹھی آسمانی شیخوپوری ۳۰ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوائیں (کتب خانہ وہابیہ ۔ ۴۲۵ ۔ بی سیٹلائٹ ٹاؤن ۔ گوجرانوالہ)

صوبہ سندھ میں تبلیغی کام میں تعاون فرمائیں

ضلع دادو صوبہ سندھ میں مسلک اہلحدیث کی تبلیغ کے سلسلہ میں "ادارہ اشاعت القرآن والسنّۃ" قائم کیا گیا ہے۔ جہاں جہالت وضلالت اور شرک وبدعت اپنے کمال عروج پر ہے اس لیے یہاں جذبۂ تبلیغ کے تحت سندھی زبان میں تبلیغی لٹریچر کی نشرواشاعت کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ اب تک مندرجہ ذیل چار کتب کے جملہ دس ہزار نسخے عوام تک پہنچا دیئے گئے ہیں۔ نماز محمدی، مسلک اہلحدیث کی حقیقت ۔ مسلک اہلحدیث کے متعلق علامہ سید ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی (پیر آف جھنڈا) کی تقریر بے نظیر اور اصلی اہل سنت ۔ اب دو نئی کتابیں شائع کرنے کا ارادہ ہے۔ (۱) اثبات رفع الیدین (۲) مسلک اہل حدیث کی حقیقت (اردو) از علامہ سید ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی (پیر آف جھنڈا) لہٰذا مخیر حضرات اور دین کی تبلیغ کا درد رکھنے والے احباب جماعت اہل حدیث خصوصی طور پر متوجہ ہوں۔ اور اس کار خیر میں مکمل تعاون فرمائیں (عبدالمجید۔ ادارہ اشاعت القرآن والسنّۃ۔ موضع لونگ تنیہ تحصیل میہڑ ضلع دادو سندھ)

وفیات

● ہمارے محترم دوست مولانا خوشی محمد آف کلہر کلاں کی والدہ محترمہ گزشتہ ماہ انتقال کر گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مرحومہ بہت مہمان نواز اور صالحہ خاتون تھیں۔ قارئین سے درخواست ہے کہ ان کے لئے مغفرت کی دعاء فرمائیں۔
(عبدالجبار سلفی مدرس گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول اوکاڑہ سٹی)

علم اور تعزیہ غیر اسلامی ہے

عاشورہ کی مروجہ رسوم غلط ہیں

ایران کے صدر خامنہ ای کی تقریر

تہران (خصوصی رپورٹ) ایران کے صدر خامنہ ای نے کہا ہے کہ یوم عاشورہ پر امام حسینؓ کی یاد تازہ کرنے کے مروجہ طریقے یکسر غلط اور غیر اسلامی ہیں۔ اسلام آباد کے انگریزی اخبار مسلم کی رپورٹ کے مطابق ایرانی سربراہ مملکت نے نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مزید کہا کہ یہ طریقہ نمود و نمائش پر مبنی اور اسلامی اصولوں کے منافی ہے۔ فضول خرچی اور اسراف ہمیں امام حسینؓ کے راستے سے دُور کر دیتا ہے انہوں نے علم اور تعزیہ کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ خواہ یہ محراب گنبد کی شکل میں ہی کیوں نہ ہوں یاد تازہ کرنے کی اسلامی شکل نہیں۔ ان نمائشی چیزوں پر رقم خرچ کرنا حرام اور عاشورہ کی روح کے منافی ہے کیونکہ یوم عاشورہ تفریح کا دن نہیں ہے۔ امام خمینی کے فتویٰ کا حوالہ دیتے ہوئے صدر خامنہ ای نے کہا کہ مذہبی تقریبات کے دوران لاؤڈ اسپیکر کو بہت اونچی آواز میں استعمال نہیں کرنا چاہیئے اور عزاداری کے مقامات پر بھی پڑوسیوں کو کوئی تکلیف نہیں پہنچنا چاہیئے لوگوں کو ماتم کرنے پر مجبور نہیں کرنا چاہیئے اور نہ ہی اس رسم کو لوگوں کے لئے تکلیف دہ ہونا چاہیئے۔ (روزنامہ جنگ ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۴ء)

مرحوم کے پس ماندگان کی امداد فرمایئے

● ہمارے نو مسلم دوست مولانا عبدالرحیم منہاج مبلغ اسلام ۱۳ اکتوبر کو حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال کر گئے تھے۔ ان کی غمزدہ بیوہ اور تین چھوٹے چھوٹے بے سہارا بچوں کی امداد ہم سب کا اخلاقی اور دینی فریضہ ہے۔ اہل خیر حضرات اپنے عطیات بیوہ مولانا عبدالرحیم معرفت منظور الٰہی سیکنڈ چکوال تیزاب مل جڑانوالہ روڈ فیصل آباد یا راقم الحروف کو بھیجیں (محمد اسلم رانا مرکز تحقیق مسیحیت ملک پارک شاہدرہ۔ لاہور)

طابع: چوہدری عبدالباقی نسیم • مطبع: ادمنی پرنٹرز۔ لاہور • ناشر: محمد عطاء اللہ حنیف • مقام اشاعت: شیش محل روڈ۔ لاہور